

ناسانگار وقت کے لیے امریکہ سے ایک داستان  
وہ کہانی اسے مغرب کے سرزمینوں میں جو کہ ٹوٹو ہو رہی ہے



ایک آدمی کو کہنا ہے، اُسے معلوم نہیں تھا، دوست تو شیشے سے بنے تھے، تار دیشم سے بندھے ہوئے تھے  
اسٹیلینہ موہن: اظہر عباس جعفر

بس سے اترتے ہی اُس نے سارجنٹ کو دیکھا۔ قلب کی  
شکل و صورت میں سات برس بعد بھی کوئی نمایاں تبدیلی نہیں  
آئی تھی۔ چند بال ضرور سفید ہو گئے تھے۔ جسم پہلے کی طرح  
صحت مند تھا۔ چہرے پر سات برس کی مدت نے کوئی شکن نہیں  
ڈالی تھی۔ انداز و اطوار بھی وہی تھے، یعنی بظاہر وہ سب سے  
بے نیاز اپنے دوستاچیوں سے انس نہ کر باتیں کر رہا تھا، لیکن  
اُس کی نظریں ہر سمت، ہر چہرے پر منڈلا رہی تھیں۔ مارٹن کو  
اُس کی صفات کا اچھی طرح علم تھا۔ قلب نے فرض کی ادائی  
میں عقل پر جذبات کو غالب نہیں آنے دیا، وہ بڑا پھریتلا، بڑی  
حد تک چالاک، عیار اور سخت گیر شخص تھا۔ مارٹن کی خواہش تھی  
کہ قلب کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ جائے، لیکن عین وقت پر  
قلب کی موجودی بے سبب نہیں ہوگی۔

قلب کو سامنے دیکھ کے گزرے ہوئے سات برس کے ہر  
عذابِ ناگ، صبر آزما اور اعصاب شکن لمحے کی کک مارٹن کی  
رگ و پے میں جاگ اٹھی تھی۔ وہ یہ طویل مدت اپنی زندگی  
سے یک سرخارج کر دینا چاہتا تھا۔ وہ فرض کر لینا چاہتا تھا کہ  
گذشتہ سات برس اُس کی زندگی میں آئے ہی نہیں تھے۔  
عمر کے محد و د خزانے میں سے سات برس گنوا دینے کا اُسے  
افسوس ضرور تھا، لیکن اب وہ قدرت کی نا انصافی اور حالات کی  
ستم ظریفی کا شکوہ کرنے اور آنسو بہانے میں اپنے آئندہ ماہ گزارنا  
نہیں چاہتا تھا۔ وہ اپنا مختصر بیک ہاتھ میں اٹھائے بے خیالی  
کے انداز میں اُن تینوں کو دیکھتا رہا۔ پھر قلب آہستہ آہستہ اعتماد  
سے متوازن قدم اٹھاتا آگے آیا اور مارٹن کے سامنے پہنچ کر رک  
گیا۔ ”ہیلو مارٹن!“ قلب نے مسکرا کر اپنا مضبوط ہاتھ بڑھایا۔  
”خوش آمدید، واپسی مبارک ہو۔“

مارٹن کچھ دیر قلب کا ہاتھ دیکھتا رہا۔ یہ کسی دشمن کا ہاتھ  
تھا، نہ کسی دوست کا۔ مبارک باد کے الفاظ بھی بے معنی تھے۔  
ظاہر ہے، قلب کے دل میں وہ بات نہیں تھی جو اُس کے لبوں  
تک آئی تھی۔ قلب کہتا تو شاید یہی چاہتا تھا کہ لٹھا، یا برا، جو  
ہو اسو ہوا، مگر اب اُس کا اعادہ نہیں ہونا چاہیے ورنہ تم دیکھ رہے  
ہو، میں اب بھی وہی پرانا قلب ہوں۔ مارٹن نے بے دلی سے  
اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ محض اس لیے کہ وہ بھی الفاظ کے بغیر دل کی  
بات بتا دینا چاہتا تھا کہ سارجنٹ قلب! میں آج بھی اپنی  
بات پر قائم ہوں اور جو کچھ ہوا اُسے شدید خواہش کے باوجود  
فراموش نہیں کر سکتا۔ مارٹن نے صرف اتنا کہا، ”ہیلو سارجنٹ!“  
کیا حال ہے تمہارا؟“

قلب مسکرایا، ”میں اب لیفٹیننٹ ہوں مارٹن! میں نے  
سات برس ضائع نہیں کیے۔“

مارٹن پہلے تو خاموش رہا۔ پھر بولا، ”اوہ، مجھے معلوم نہیں  
تھا، ورنہ جیل ہی سے سبھی تمہیں مبارک باد کا خط ضرور لکھتا۔ تم  
نے ترقی کے لیے بہت محنت کی ہے۔“

”میں نے تمہیں ایک ہی خط لکھنے کو ملنا ہوگا۔“ قلب نے  
مارٹن کے عیاں طنز کے جواب میں کہا، ”تمہاری کسی محبوبہ کا حق  
مارنا بھی مناسب نہیں تھا۔“

قلب اب بھی کسی احساسِ ندامت کے بغیر آنکھ ملا کر بات  
کر رہا تھا۔ وہ اپنی کسی زیادتی پر شرمندہ نہیں تھا۔

”جیل کا تجربہ کیسا رہا؟“ اُس نے مارٹن سے پوچھا۔

مارٹن نے گہری سانس لے کے کہا، ”کوریا کے میدانِ جنگ  
میں بھی میں نے اتنی ذہنی اذیت برداشت نہیں کی تھی۔“

”غالباً تمہیں یہ باور کرانے کی ضرورت نہیں، ابھی ایک سال

سنب رنگ



تک تسمیں بہت متاثر رہنا ہوگا۔" فلپ نے تنبیہی لہجہ میں کہا، "یہ چھواری نیک چلتی کی ضمانت کا سال ہے۔ تم نے ذرا بھی قانون شکنی کی تو تم کسی مقدمے کے بغیر واپس جیل پہنچ جاؤ گے۔"

"یہ ساری ہدایتیں رہائی سے پہلے مجھے ودیعت کر دی گئی ہیں۔" مارٹن نے دوسری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آزادی کے پہلے دن کی ابتدا وہ تلخ کلامی سے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس کے لہجہ کی نئی فلپ پر گراں گزر رہی تھی۔ فلپ نے اپنا ایک ہاتھ مارٹن کے ہاتھ میں یوں ڈالا، جیسے اُسے مارٹن کے فرار ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ مارٹن کوئی احتجاج کیے بغیر اُس کے ساتھ چل

نسب رنگ

پڑا۔ فلپ کے دونوں ساتھی اُس کے پہلو بہ پہلو تھے۔ مارٹن نے نہیں پوچھا کہ اب فلپ اُسے کہاں لے جانا چاہتا ہے۔ سات برس کی قید نے ذہنی طور پر اُسے اطاعت گزار بنا دیا تھا۔ "جب مجھے معلوم ہوا، تم اسیری کی مدت ختم کر کے واپس پرانی دنیا میں آرہے ہو، بہت سی پرانی باتیں دماغ میں تازہ ہو گئیں۔"

فلپ نے کہا، "وہ باتیں جو ہنوز جواب طلب ہیں۔"

"مثلاً یہ کہ مجرم تو جیل چلا گیا۔" مارٹن نے اُسی ترشی سے کہا، "دس لاکھ ڈالر کہاں گئے؟ یہی کچھ نا؟" مارٹن کو اپنے لہجے کی اس تپش پر اختیار نہ تھا۔



قلب نے اقرار میں سر ہلایا۔ ”ہاں، اتنی بڑی رقم نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔“ وہ چلتے چلتے اُس مقام تک آ گئے جہاں دوسری کاروں کے درمیان پولیس کی سیاہ کار بھی موجود تھی۔ ”دس لاکھ ڈالر کے لیے بہت سے لوگ سات برس کی اسیری خوشی سے قبول کر سکتے ہیں۔ رقم کے مقابلے میں یہ مدت بڑی حقیر ہے۔ سودا منہا نہیں۔“

مارٹن نے ضبط سے کام لیا۔ ”ہاں، بالکل منہا نہیں، بشرطے کہ رہائی کے بعد یہ رقم ملنے کی اُمید ہو۔“

قلب نے ”حقنی خیر نظروں سے اُسرے دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا، ”جب کوئی نیک چلتی کی ضمانت پر رہا ہوتا ہے تو حکومت سال بھر تک اُس کی نگرانی کرتی ہے۔ بعض اوقات یہ نگرانی کئی سال جاری رہتی ہے۔ رہا ہوتے ہی کوئی شہزادوں کی طرح زندگی گزارنے لگے تو حکومت کو تشویش تو ہونی چاہیے نا؟“

”اور اس تشویش کے نتیجے میں حکومت شہزادے کو پھر قیدی بنادیتی ہے۔“ مارٹن نے کہا، ”مکریفٹینٹ! یہ سلسلہ زندگی بھر تو نہیں چل سکتا۔“

”حکومت کے پاس بہانوں کی کمی نہیں ہوتی مارٹن! ہو سکتا ہے، وہ دس لاکھ ڈالر بے مصرف پڑے رہیں اور اُن کی ملکیت کا دعوے دار نیل سے باہر ہی نہ آ سکے۔“

قلب کے ساتھ آنے والوں میں سے ایک بھلی نشست پر مارٹن کے دائیں طرف بیٹھ گیا۔ دوسرے آدمی نے ڈرائیور کی جگہ سنبھال لی۔ مارٹن کے بائیں طرف قلب بیٹھ گیا۔ کار جانے پہچانے راستوں سے گزرنے لگی۔ سات برس میں بہت کچھ بدلا بدل گیا تھا۔ نئی عمارتوں نے پرانی عمارتوں کی جگہ لے لی تھیں۔ کار تیز رفتاری سے راستے طے کر رہی تھی۔ مارٹن کھوسا گیا تھا پھر قلب کو سکار نکالتے دیکھ کر اُس نے بھی مسکریٹ جلا لیا۔

”مقدمے کے دوران تمہارے بیان میں ایک مرتبہ مجھے تھوڑی سی صداقت محسوس ہوئی تھی۔“ قلب نے کچھ دیر بعد زبان کھولی۔ ”تم نے کہا تھا کہ رقم کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم نہیں اور اگر یہ رقم کسی نے چھپا دی ہے تو اُس جگہ کی نشان دہی تمہارے لیے ناممکن ہے۔ یہ تو مجھے یقین ہے کہ ڈاکا

تمہیں نے ڈالا تھا، لیکن بعد میں شاید خود تمہارے ساتھی نے تمہیں دھوکا دیا اور رقم کہیں چھپا دی۔ شاید وہ تمہیں بعد میں بتا دیتا، یا خود وہ رقم نکال لیتا، مگر زندگی نے اُس کا ساتھ نہیں دیا اور وہ حادثے کا شکار ہو گیا۔ کیا نام تھا اُس کا؟ ہاں، سام ملر۔“

”تمہیں یہ یقین تھا کہ مجھے کوئی ہوئی رقم کا علم نہیں تو یہ یقین کیوں نہیں تھا کہ میں چوری کرنے والوں میں شامل ہی نہیں تھا؟“ مارٹن افسردگی سے بولا۔

”شعبے کی گنجائش ہی نہیں تھی۔“ قلب نے کہا، ”تمہیں ڈیوڈ نے شناخت کر لیا تھا۔“

”ڈیوڈ نے مجھے اور سام کو پورے اعتماد سے پہچانا تھا۔“ مارٹن بولا، ”لیکن واردات کے وقت کہنی کا مالک بھی موجود تھا، اُس نے سام کو تو شناخت کر لیا تھا، میرے بارے میں وہ مذبذب تھا۔ کیا اس طرح ڈیوڈ کی گواہی مشتبہ نہیں ہو جاتی؟

واردات کے چشم دید گواہ دو تھے۔ سام کے بارے میں دونوں حلق تھے، مگر میرے بارے میں اُن کا بیان صاف نہیں تھا۔“

”تم دیگر حالات نظر انداز کر رہے ہو۔“ قلب نے کہا، ”چوری کی ہوئی رقم میں سے دس ہزار ڈالر تمہارے فلیٹ سے برآمد ہوئے تھے۔“

”کوئی بھی مجھے ملوث کرنے کے لیے وہاں رکھ سکتا ہے۔“ مارٹن نے کہا، ”میں نے عدالت میں بھی یہی کہا تھا۔“

”فرض کرو جو تم کہہ رہے ہو، وہی درست ہے۔“ قلب نے کہا، ”تو کیا یہ حرکت خود تمہارے دوست سام نے کی تھی؟“

”نہیں۔ مجھے آج بھی یقین ہے کہ سام کے ساتھ کوئی اور تھا۔“ مارٹن نے کہا، ”اور یہ اُسی نامعلوم شخص کی سنگ دہلی ہے۔“

”اُس نامعلوم آدمی کا وجود آج تک ثابت نہیں ہو سکا مارٹن!“ قلب نے کہا، ”تم یہ ثابت کرنے میں ناکام رہے تھے کہ چوری کی واردات کے وقت تم کہیں اور تھے۔ کسی اور جگہ تمہاری موجودی کا ایک بھی گواہ نہیں تھا اور کہنی کے مالک

مسٹر شرود نے واقعی تمہیں پہچانا تو نہیں تھا، مگر انہوں نے ایک بات ضرور کہی تھی، یعنی یہ کہ جب وہ اچانک پہنچے تو سام نے

تمہیں نام لے کے پکارا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ سام نے کسی کو مارٹن کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ ادھر تمہارے پاس سے چوری کا

مال برآمد ہو گیا۔ ان حالات میں تمہاری بے گناہی پر کون سنب رنگ



اٹھار کر سکتا تھا، لیکن ذرا دیر کے لیے فرض کر لیا جائے کہ کسی نے تمہاری گردن پھنسانے کے لیے تمہارے فلیٹ میں رقم چھپادی تھی اور سام کے ساتھ کوئی اور شخص تھا جس نے یہ درخت کی تھی۔ سوال یہ ہے مارٹن کہ جب تم جیل چلے گئے اور سام مارا گیا تو اس نامعلوم شخص نے وہ رقم خرچ کرنی کیوں نہیں شروع کی۔ اتنی بڑی رقم پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ کوئی سات برس تک یہ دولت زمین میں دفن کر کے نہیں بیٹھ سکتا۔ ہم نے ہر طرف آنکھیں کھلی رکھی تھیں۔“

”تم ایک امکان نظر انداز کر رہے ہو لیفٹیننٹ!“ مارٹن نے کہا، ”یہ بھی تو ممکن ہے کہ سام کے ساتھی کو بھی کچھ معلوم نہ ہو۔ اُسے بھی یہ معلوم نہ ہو سکا ہو کہ رقم کہاں گئی۔ میرا اندازہ ہے کہ واردات کے بعد وہ دونوں خوف زدہ ہو گئے اور انھوں نے فیصلہ کیا کہ اپنے پاس صرف دس دس ہزار ڈالر رکھیں اور باقی رقم معاملات کے دب جانے تک کہیں چھپادیں۔ بعد میں سام کے ساتھی نے سوچا کہ کیوں نہ کسی کو قربانی کا بکرا بنا دیا جائے۔ پولیس کو یقین تھا کہ مجرم دو تھے اور اُن میں سے ایک لازمی طور پر سام تھا۔ دوسرا کون تھا جو واردات کے بعد محفوظ تھا اور خاموش تماشائی بننا سب دیکھتا رہا تھا۔ اُسے یاد تھا کہ سام نے غلطی سے اُسے اصل نام کے بجائے مارٹن کہہ کر پکارا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سام میرا گہرا دوست ہے، ہم بھائیوں کی طرح رہتے ہیں۔ اُس نے دس ہزار ڈالر میرے کمرے میں رکھ دیے۔ اپنی جان بچانے کے لیے دس ہزار ڈالر کیا ہوتے ہیں۔ کمپنی کے مالک نے بھی میرا نام سنا تھا اور جب چوری کا مال میرے فلیٹ سے نکل آیا تو ایک مجرم میں بن گیا اور دوسرا سام۔۔۔ اور یوں وہ شخص قانون کی نگاہ سے اوجھل رہا۔ اگر انھوں نے دس دس ہزار لیے تھے، یا چندہ چندہ ہزار اور باقی رقم کچھ عرصے کے لیے کہیں چھپانے کا فیصلہ کر لیا تھا تو یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اُس دس چندہ ہزار کی رقم چھوڑ کر، جو اُس شخص کے پاس تھی، باقی رقم سام ہی کے پاس تھی جو اُسے چھپانے کے بعد کہیں جا رہا تھا کہ ٹرین کی زد پر آ کے کٹ گیا۔ سام کی ایک ہانگ لکڑی کی تھی اور وہ مشکل سے چل پاتا تھا۔ وہ بھاگ نہیں سکتا تھا۔ ریلوے لائن پار کرتے ہوئے اُس کا پیرا چاکل کی تار میں الجھ گیا۔ وہ ٹھوکر کھا کے گر گیا۔ اُسے یقین ہو گا کہ

سب رنگ

وہ آسانی سے ریلوے لائن پار کر جائے گا، مال گاڑی ابھی بہت دُور ہے، مگر گرنے کے بعد اُس کا اُلٹنا اتنا آسان نہیں تھا۔ نتیجہ یہ کہ مال گاڑی اُس کے ٹکڑے کرتی ہوئی گزر گئی اور اس طرح چوری کی ہوئی رقم سام کے ساتھ کسی نامعلوم مقام پر مدفون ہو گئی۔ سام کے ساتھی کو کچھ بھی نہیں ملا۔ جو ملا ہو گا، اُس میں سے بھی دس ہزار ڈالر اُس نے مجھے مجرم بنانے کے لیے قربان کر دیے تھے۔ شاید تم اسے نہ سمجھ سکو، مگر میرا عقیدہ ہے لیفٹیننٹ! تمہارے نظام انصاف سے بڑھ کے قدرت کا نظام انصاف ہے جس نے میرا انتقام لیا اور ایک بے گناہ کو سزا دلوانے پر اصل مجرم کو عبرت ناک سزا دی۔“ مارٹن جذباتی ہو گیا تھا۔

”مقدمے کی سماعت کے دوران یہ بات میرے ذہن میں بھی آئی تھی۔“ فلپ نے کہا، ”میں کسی کو زبردستی مجرم بنانے کا کام یا پناہ کا سہرا اپنے سر باندھنے کا قائل نہیں۔ میری تم سے کسی قسم کی ذاتی دشمنی نہیں تھی۔ حالات خود تمہیں مجرم ثابت کر رہے تھے اور فیصلہ کرنے والا میں نہیں تھا۔ میرے خیال کی اُس وقت تک کوئی اہمیت نہیں تھی جب تک میرے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہ ہو، اس لیے میں خاموش رہا۔ میری جگہ تم ہوتے تو اسی طرح کرتے۔“

مارٹن نے محسوس کیا کہ وہ فلپ کی دلیلیوں سے قائل ہو رہا ہے۔ سارا قصور واقعات کی شہادت کا تھا۔ عدالت کے سامنے ڈاکے کا ایک سیدھا سادا مقدمہ پیش کیا گیا تھا۔ ڈیوڈ ایک کمپنی میں کیئر تھا۔ کمپنی کے مالک مسٹر شرود تھے۔ ایک روز ڈیوڈ دن بھر کی آمدنی کا حساب کر رہا تھا کہ یکا یک دو افراد ریوالور تانے، چہروں پر نقاب چڑھائے نمودار ہوئے۔ اُن میں سے ایک ننگڑا کے مشکل سے چل پاتا تھا۔ ڈیوڈ نے اُسے فورا پہچان لیا۔ سام ملر بھی کمپنی کا ٹرک ڈرائیور تھا۔ جب اُس نے ڈیوڈ کو حکم دیا کہ ساری رقم اُن کے حوالے کر دے تو ڈیوڈ نے اُس کی آواز بھی پہچان لی تھی۔ بعد میں ڈیوڈ نے عدالت کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ دوسرے مجرم کے چہرے پر بانس آنکھ کے نیچے زخم کا نشان تھا۔ یہ زخم مارٹن کے چہرے پر کوریا کی جنگ کے دوران لگا تھا۔ ڈیوڈ نے عدالت سے یہ بھی کہہ دیا کہ اُس نے مارٹن کی آواز سنی تھی اور پھر عدالت میں یہ آواز دوبارہ سن کر اُس نے پورے یقین سے جھوٹ بول دیا کہ آواز مارٹن کی تھی۔ واردات کے دوران کمپنی کے مالک مسٹر شرود



اچانک اور غیر متوقع طور پر آ پہنچے۔ انہوں نے بیان دیا کہ ایک مجرم یقینی طور پر سام تھا۔ دوسرے کو سام نے مارٹن کے نام سے مخاطب کیا تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ مالک کا خیال رکھو، کوئی گڑبڑ نہ کرنے پائے۔ مسٹر شرود نے دوسرے شخص کی نہ صورت دیکھی تھی، نہ آواز سنی تھی۔ چند منٹ کے اندر اندر دونوں نقاب پوش دس لاکھ ڈالر لے کر فرار ہو گئے تھے۔ اُن کے جاتے ہی پولیس کو خبردار کر دیا گیا تھا۔ بیس منٹ بعد پولیس مارٹن کے فلیٹ پر پہنچ گئی تھی۔ مارٹن اُسی وقت باہر سے آ کے لیٹا تھا اور سونا چاہتا تھا کہ پولیس نے اچانک فلیٹ میں داخل ہو کر مارٹن کو خانہ تلاشی کے وارنٹ دکھائے اور اُس کا احتجاج نظر انداز کرتے ہوئے کچھ ہی دیر کی تلاشی میں دس ہزار ڈالر کپڑوں کی الماری میں سے نکال لیے۔ مارٹن کے لیے اُن کے کسی سوال کا جواب دینا ممکن نہیں تھا۔ پولیس مارٹن کو ساتھ لے گئی اور سام کی تلاش کے لیے اُس کا حلیہ ہر پولیس اسٹیشن اور گشتی پولیس کو فراہم کر دیا گیا۔ مارٹن کی گرفتاری کے چند گھنٹے بعد ایک شخص کی لاش ریلوے لائن کے قریب پائی گئی۔ یہ شخص ٹرین کے نیچے کٹ کر ہلاک ہوا تھا۔ لاش ناقابل شناخت تھی، مگر ایک تو سام کی مصنوعی ٹائیک نے مسئلہ حل کر دیا، پھر یہ کہ چوری ہو جانے والی کچھ رقم لاش کے قریب پڑی ہوئی ملی تو شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہی۔

”تمہیں شک کا فائدہ پہنچ سکتا تھا۔“ قلب نے کہا، ”لیکن تمہارے دوست سام نے واردات کے وقت تمہارا نام لے کر کمپنی کے مالک کو ایک گواہ بنا دیا تھا جس نے تمہاری صورت تو نہیں دیکھی تھی، مگر سام کی زبان سے تمہارا نام بھیج سکتا تھا۔ سام تمہارا دوست تھا۔ آخر اُس نے یہ حرکت کیوں کی تھی؟“

”یہ بالکل غیر ارادی حرکت ہو سکتی ہے۔“ مارٹن نے کہا، ”سام کی زبان پر میرا نام آ گیا تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مجھے پھسانا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ تم یہ بھی جانتے ہو لیغٹینٹ! ایک گواہ نے جو کچھ کہا تھا، بالکل جھوٹ تھا۔“

کاراب اُس سڑک پر آ گئی تھی جو مسٹر شرود کی کمپنی کے سامنے سے گزرتی تھی۔ کمپنی کا دفتر اب بھی وہی تھا، لیکن اُس کی ظاہری حالت بہت بدل گئی تھی۔ لگتا تھا، سات برس میں مسٹر شرود نے بہت ترقی کر لی ہے۔ یہ تبدیلی اُن کی ترقی اور

خوش حالی کی ہمنامی کرتی تھی۔ اُسی سڑک پر تقریباً میل بھر بعد مغربی کنارے کے ساتھ ریلوے یارڈ تھا جہاں سے سام کی لاش دریافت ہوئی تھی۔

”مارٹن! مجھے یقین ہے کہ دوسرے مجرم بھی تھے۔“ قلب نے کہا، ”لیکن میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ کبھی کبھی یقین کی بنیادیں غلط ہو سکتی ہیں۔ فیصلہ دینے والے تجربے کار لوگ تھے اور تمہارے دشمن نہیں تھے۔ میرا ضمیر مطمئن ہے۔ اب تو میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ وہ رقم کہاں ہے؟“

”میں اس سلسلے میں کچھ بتا سکتا تو زندگی کے اتنے سال ضائع کیوں کرتا۔“ مارٹن نے کہا۔

”یعنی تم اپنی بے قصوری پر مبصر ہو۔ ٹھیک ہے، تمہیں معلوم نہیں، لیکن تم معلوم کرنا چاہو تو معلوم کر سکتے ہو۔“ قلب نے کہا۔ مارٹن نے حیرانی سے قلب کو دیکھا۔ ”جو کام تم نہیں کر سکتے وہ میں کس طرح کر سکتا ہوں؟ تمہارا محکمہ بہت بڑا ہے، اُس کے وسائل لامحدود ہیں۔ آج تک تم اُس رقم کا سراغ نہیں لگا سکتے تو مجھ سے یہ توقع کس امید پر کرتے ہو؟“

”مارٹن! تم سام کے دوست اور رازدار تھے۔“ قلب نے کہنا شروع کیا، ”اُس کی بیوی بھی تم پر اعتماد کرتی تھی۔ تم تینوں ایک خاندان کی طرح رہتے تھے۔ اگر سات برس تک تمہیں یہ احساس رہا کہ تمہیں کسی جرم کے بغیر سزا دے دی گئی ہے تو تمہیں یہ خیال بھی اکثر آیا ہوگا کہ سام نے آخر وہ رقم کہاں چھپائی۔ تمہیں اُس کے ٹھکانے معلوم ہیں۔ تمہارا ذہن بھی سام کی طرح سوچنے کا عادی ہے۔ یہی وجہ ہم آہنگی تمہارے درمیان گہری دوستی کا سبب بنی تھی۔ سام کی جگہ اگر تم ہوتے تو کیا کرتے۔ تم ذہین آدمی ہو اور یہ بات میں نے ہمیشہ کہی ہے۔ آدمی کو اتنا فراخ دل ضرور ہونا چاہیے کہ دشمنوں کی خوبیوں کا بھی اعتراف کر سکے۔ اگر تم یہ جانتے میں کامیاب ہو جاؤ کہ وہ رقم۔“

مارٹن اُس کی بات کاٹ کر بولا، ”لیغٹینٹ قلب! اُس رقم سے نہ پہلے میرا کوئی تعلق تھا اور نہ اب ہے۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں، لیکن میں اپنے اُس نادیدہ دشمن کو ضرور تلاش کروں گا جس نے دس ہزار ڈالر میرے کمرے میں ڈال کر میری زندگی سے سات برس چھین لیے۔ اور وہ شخص مجھے مل گیا تو میں اُسے یقیناً تمہارے سپرد کردوں گا کہ اب اسے ذہری سزا دو۔ ایک، صوبہ رنگ



## ہزارے پارہ

جھیل کنارے بورڈ پر لکھا تھا: ”ڈوبنے والے کو بچانے پر پانچ سو روپے انعام۔“ اکرم اور اسلم نے یہ اشتہار دیکھا اور آپس میں ساز باز کر لی کہ چھلانگ لگا کر ایک دوست ڈوبنے کی اداکاری کرے گا اور دوسرا اُسے بچالے گا۔ انعام کی رقم دونوں نصف نصف تقسیم کر لیں گے۔ معاہدے کے مطابق اکرم نے فوراً جھیل میں چھلانگ لگا دی اور انتظار کرتا رہا کہ اب اسلم آ کر اُسے بچالے گا، لیکن اسلم نہ آیا۔ تنگ آ کر اکرم باہر نکلا اور اپنے دوست اسلم پر خفا ہونے لگا کہ وہ اُسے بچانے کیوں نہیں آیا۔ اسلم نے جواب دینے کی بجائے دوسرے بورڈ کی جانب اشارہ کر دیا۔ بورڈ پر لکھا تھا: ”لاش نکالنے پر ایک ہزار روپے انعام۔“

## تھاؤن: ابوالفتح تھاپوں

اُس کے بالوں میں پیار سے ہاتھ پھیرتا رہا۔ ”بے وقوف! جیل تو جیل ہی ہوتی ہے۔ وہاں کسی کی صحت کیسے اچھی رہ سکتی ہے۔ میں آج صبح رہا ہوا تھا اور سیدھا تمہارے پاس آ گیا ہوں۔“ جوڑی نے بیک اُس کے ہاتھ سے لے لیا اور مارٹن کو بستر پر لٹا دیا۔ ”میں تمہارے لیے کافی لاتی ہوں پھر تم غسل کر لیتا۔ سام کے کپڑے تمہیں ٹھیک آجائیں گے۔ مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں، لیکن ابھی نہیں۔ کھانا کھا کے اچھے بچوں کی طرح سو جاؤ۔ باتیں صبح ہوں گی۔“ وہ برابر بول رہی تھی اور اُس کے ہاتھ بھی چل رہے تھے۔ اُس نے مارٹن کے جوتے اور موزے اُتار دیے اور بھاگتی ہوئی باورچی خانے میں چلی گئی۔ مارٹن سگریٹ کے کش لیتا ہوا اُسے کافی متیار کرتے دیکھتا رہا۔ وہ اب بھی جوان، خوب صورت اور پُرکشش تھی۔ سات برس اُس کی عمر پر ذرا بھی اثر انداز نہیں ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے جوڑی کے لیے وقت ٹھہر گیا ہے جوڑی کا لباس جدید، ممتاز اور نئے فیشن کا تھا۔ یہ لباس اُس کا سانچے میں ڈھلا ہوا بدن اور دیدہ زیب کر رہا تھا۔ مارٹن کا وجود صحرا کی طرح پیاسا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ تو زنداں میں تھا، یہ جوڑی نے سات برس کسی اپنے کے بغیر کیسے گزارے۔ آثار بتا رہے

ڈاکا ڈالنے کی اور دوسری، کسی بے گناہ کو مجرم قرار دلوانے کی۔ تم پر اور حکومت پر اپنی زندگی کے سات برسوں کی قیمت وصول کرنے کے لیے ہر جانے کا مقدمہ لازماً مجھے دائر کرنا چاہیے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ سات برس کتنی مالیت کے ہوتے ہیں۔ ہر سال میں جتنے دن، گھنٹے، منٹ اور سیکنڈ تھے، اُن سب کا نرخ کیا ہے؟ مجھے اپنے نقصان کا تخمینہ تو لگانا ہے کہ آزادی میں کتنا کمالیتا۔ جہنمی عذاب اور رسوائی کا معاوضہ مستزاد ہے۔“

قلب کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا، لیکن وہ خاموش رہا۔ ”یہ حساب بہت مشکل ہے لیفٹیننٹ!“ مارٹن نے کہا، ”سچ بتاؤ، تم اپنی زندگی کے سات برس کس قیمت پر فروخت کرنے کے لیے تیار ہو سکتے ہو؟ یہ بھی ذہن میں رکھو کہ زندگی کے آخری سات برسوں کی وہ قیمت نہیں ہوتی جو جوانی کے سات برسوں کی ہوتی ہے۔“

کار پولیس اسٹیشن کے دروازے پر رک گئی۔ ایک سارجنٹ نے کچھ قانونی کارروائی کی اور مارٹن کو ہدایات دیں، جو وہ جیل سے رہا ہو کر آنے والے ہر مجرم کو دینے کا پابند تھا۔ معمول کی اس کارروائی کے بعد قلب نے مارٹن سے ہاتھ ملایا، ”کیا تم واقعی اُس شخص کو تلاش کرو گے جس کا وجود آج تک ثابت نہ ہو سکا؟“ ”مجھے پختہ یقین ہے کہ وہ آدمی کہیں نہ کہیں موجود ہے۔“ مارٹن نے اُس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا، ”میں اُسے کیسے فراموش کر سکتا ہوں، لیفٹیننٹ!“

وہ پرانی اور خستہ حال عمارت ذرا بھی نہیں بدلی تھی۔ اُس کے کمین بھی وہی تھے۔ مارٹن نے تیسری منزل پر پہنچ کر ایک دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ چند منٹ بعد جوڑی نے دروازہ کھولا۔ کچھ دیر تک وہ مارٹن کو غور سے دیکھتی رہی، پھر اُس کی آنکھوں میں بے یقینی کی جگہ مسرت کی چمک نمودار ہوئی اور وہ خوشی سے چیخ مار کر بے اختیار مارٹن سے لپٹ گئی۔ وہ مارٹن کو چومتی جا رہی تھی اور شدت جذبات میں اُسے جواب کا موقع فراہم کیے بغیر ایک کے بعد ایک سوال کرتی جا رہی تھی۔ ”مارٹن! یہ تم ہو؟ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟ میں خود تمہیں لینے آئی۔ یہ تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے؟ کیا تم بیمار تھے؟“

مارٹن نے دروازہ بند کر دیا اور جوڑی کا سر سینے سے لگا کر



تھے کہ اُس نے ابھی تک دوسری شادی نہیں کی۔ گھر میں بچے نہیں تھے، سام کی پرانی تصویر اپنی جگہ پر موجود تھی، جس میں وہ دلہن بنی جوڑی کے پہلو میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ گھر کے اندر بہت سی نئی چیزیں دکھائی دے رہی تھیں۔ مارٹن کا ذہن تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ اکیس برس میں بیوہ ہو جانے والی کوئی نوجوان عورت سات برس تنہا کس طرح گزار سکتی ہے۔ گھر کی آرائش، جوڑی کا فیشن، اُس کے چہرے کی تازگی اور چہرے پر کھلتے ہوئے رنگ بتا رہے تھے کہ جوڑی کی ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں اور یقیناً یہ ضروریات پوری کرنے والے بہت سے لوگ ہیں۔ اگر جوڑی نے کسی ایک کا انتخاب کیا ہوتا تو اب تک دوسری شادی کر لی ہوتی۔ یہ نتیجہ اخذ کرنے کے بعد مارٹن کے ضمیر کی خلش مٹ گئی۔ اُس نے کافی چھوڑ دی اور جوڑی کو بازوؤں میں اٹھالیا۔ جوڑی، مارٹن کے جسم و جاں کے طوفان میں تھکے کی طرح بہ گئی۔ اُس نے مزاحمت کی کوشش نہیں کی۔

مارٹن ساری رات جوڑی کے سر اپا میں پناہ لیے سوتا رہا۔ مارٹن کی آنکھ کھلی تو دوپہر ہونے کو تھی۔ ناشتے کا وقت گزر چکا تھا۔ جوڑی باورچی خانے میں مصروف نظر آ رہی تھی۔ مارٹن نے شیو کیا اور گرم پانی سے برسوں کی تھکن اُتارتا رہا۔ سوٹ میں وہ بالکل بدلا ہوا آدمی لگ رہا تھا، گویا اُس پر اسیری کا کوئی وقت گزرا ہی نہ ہو۔ جیل خانے سے باہر ایک ہی رات میں آزادی، گھر کی چھت اور ایک عورت کے ساتھ نے اُسے پھر پرانا مارٹن بنادیا تھا۔ آئینے میں اُس نے خود کو دیکھا تو اسے اپنی جگہ سام کا عکس نظر آیا۔ وہ سام کے گھر میں تھا، سام کے کپڑے پہنے ہوئے، اور وہ عورت سام کی بیوی تھی جو اُس کے لیے سراپا لطف و عنایت رہی تھی۔ اُس نے کسی قدر شرمندگی محسوس کی، مگر یہ احساس بلبہ سا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ سام اب موجود نہیں تھا۔ زندگی کے باقی کاروبار اُسی طرح جاری تھے۔ رشتے تو زندوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔

ایک زمانے میں سام، جوڑی اور مارٹن ہم جماعت تھے۔ جوڑی کی جوانی کا آغاز تھا۔ اُن تینوں میں سہ قالب و یک جانی کا سلسلہ برسوں جاری رہا۔ لوگ انھیں مثلث کے تین کونے سمجھتے تھے۔ مارٹن اور سام کی دوستی بے مثل تھی تو سام اور جوڑی

کی ایک دوسرے سے جذباتی وابستگی بھی بے مثل تھی۔ اتنی کم عمری میں یہ وفا شعاری شاذ ہی کہیں نظر آتی ہے۔ کوریا کی جنگ شروع ہوئی تو مارٹن اور سام ایک ہی دن بھرتی ہوئے اور ایک ہی جہاز سے کوریا بھیج دیے گئے۔ دونوں ایک ہی بٹالین میں تھے۔ محاذ جنگ پر بھی وہ اکٹھے لڑتے رہے، پھر بم کا ایک ٹکڑا سام کی ٹانگ میں لگا تو دوسرا مارٹن کی آنکھ سے ذرا نیچے گھس گیا۔ مارٹن کی پینائی پر عارضی اثر پڑا۔ زخم ٹھیک ہوتے ہی پینائی بھی بہ حال ہو گئی۔ سام کی ٹانگ گھٹنے پر سے کاٹ دی گئی۔ اُن دونوں کی واپسی بھی ایک ساتھ ہوئی۔ جوڑی مستقل مزاجی سے سام کی راہ دیکھ رہی تھی۔ نسبتاً معذور سام جوڑی کے لیے کسی تازیانے کی حیثیت رکھتا تھا، لیکن سام تو اُس کی زندگی تھا۔ مارٹن اور سام نے لازمی فوجی خدمت کا زمانہ ختم ہوتے ہی فوج کی ملازمت کو خیر باد کہہ دیا۔ اُسی سال سام نے جوڑی سے شادی کر لی۔ سام نے ایک ٹانگ کے ساتھ زندہ رہنا سیکھ لیا تھا۔ وہ مسٹر شرڈ کی کمپنی میں ٹرک ڈرائیور بن گیا تھا، مگر یہ کام اُس کے لیے روز بہ روز دشوار ہوتا گیا۔ اُس کی مصنوعی ٹانگ ڈرائیوگ میں اُس کا ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔ پھر مسٹر شرڈ نے اُسے کیشیئر کی معاونت کا کام سونپ دیا۔ اُس کی جگہ مارٹن کو ڈرائیور رکھ لیا گیا۔ وہ سب سکون اور قناعت کی مطمئن زندگی گزار رہے تھے کہ سام کو اعداد و شمار نے بہکانا شروع کیا۔ وہ ہر روز شام کو بتاتا تھا کہ آج صبح سے موصول ہونے والی رقم جوڑتے جوڑتے اُس نے کتنے صفحے بھرے تھے اور آخری میزان کیا تھا۔ وہ اکثر مارٹن سے حیرانی کا اظہار کرتا تھا کہ لوگوں کو ایک دن میں لاکھوں کی آمدنی بھی ہوتی ہے۔ آخر یہ لوگ اتنی دولت کا کیا کرتے ہیں؟ اتنا پیسا کہاں خرچ کیا جاسکتا ہے؟ وہ مارٹن سے پوچھتا کہ اگر ان لوگوں کو ایک دن آمدنی نہ ہو تو ان کی زندگی پر کیا اثر پڑے گا۔ ظاہر ہے، کچھ نہیں۔ مہینے کے باقی دنوں میں تو ان کی آمدنی یہی رہے گی اور وہ دولت بھی محفوظ رہے گی جو جائیداد کی صورت میں موجود ہے اور جو بینک میں موجود ہے۔ لاکھ ڈالر تو ان کے لیے ایسے ہی ہیں جیسے ہمارے لیے ایک ڈالر، بل کہ اُس سے بھی کم۔ مارٹن پہلے سام کی باتوں کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا، پھر ایک روز سام نے ذرا کھل کر بات کی۔ وہ بے قرار تھا کہ



مسٹر شوڈ کی کہنی میں ڈاکا ڈالا جائے اور لوٹ کی رقم سے نئی زندگی شروع کی جائے۔ مارٹن نے ابتدا میں مذاق سمجھا۔ اُس نے سام کو اس جرم سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی، اور ان خطرات سے خبردار کیا جو غلط راستوں پر قدم رکھنے کے بعد چابی کا سبب بنتے ہیں، مگر سام اندھا ہو چکا تھا۔ اُس نے کسی اور کے ساتھ مل کر یہ کام سرانجام دینے کی ٹھان لی۔ مارٹن یہ بالکل نہ جان سکا کہ سام نے اپنے خطرناک منصوبے میں کسی اور کو شریک کر لیا ہے۔ اُس پر یہ خوف ناک حقیقت گرفتاری کے وقت آشکار ہوئی۔ یہ سب کسی بھی ایک خواب کی طرح لگتا تھا۔ قلم کا اچانک آکے دس ہزار ڈالر برآمد کرنا، سام کا اسی روز نرین سے کٹ کر ہلاک ہو جانا، مقدمہ، گواہیاں اور سزا۔

جوڈی نے دوپہر کے کھانے کا خاص اہتمام کیا تھا۔ جیل کا کھانا کھاتے کھاتے وہ گھر کے کھانوں کا مزہ ہی بھول گیا تھا۔ جوڈی ویسے بھی کھانا پکانے کی ماہر تھی۔ کھانے کے دوران جوڈی نے مارٹن کو بتایا کہ مارٹن چاہے تو اسی ریسٹوراں میں برتن دھونے کا کام کر سکتا ہے جہاں وہ خود خدمت گار ہے۔ کام بہت مشکل اور گھٹیا تھا، لیکن مارٹن کو فوری طور پر کسی شریفانہ ملازمت کی ضرورت تھی۔ ایک سال تک وہ نیک چلنی کی ضمانت پر تھا۔ اس دوران پولیس کو یہ یقین دلانا ضروری تھا کہ وہ حق حلال کی روزی کما رہا ہے اور کوئی مجرمانہ قدم اٹھانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ یہ ایک سال بہت خطرناک تھا۔ اگر کوئی ملزم کہیں ملازمت حاصل کر لے تو پولیس کو کچھ اطمینان ہو جاتا ہے۔ پولیس سال بھر تک ملازم رکھنے والے سے ملازم کا حال احوال پوچھتی رہتی ہے۔ جوڈی دوپہر بعد مارٹن کو اپنے ساتھ ریسٹوراں لے گئی۔ ریسٹوراں کا مالک زبان کا برا تھا، دل کا نہیں۔ جوڈی کی زبانی مارٹن کے سارے حالات سن کے اُس نے مارٹن سے کہا۔

”میں نہیں جانتا مسٹر کہ جھوٹ کیا ہے اور سچ کیا؟“ اُس نے درشتی سے کہا، ”جوڈی کی ضمانت پر تمہیں رکھ رہا ہوں۔ ہر شخص کو ایک غلطی کے بعد سنبھل جانا چاہیے۔ محنت سے کام کرو گے تو پولیس کی ایسی کی تھیں۔ کوئی غلط حرکت کی تو پولیس سے پہلے تمہارا دماغ خود میں درست کر دوں گا۔ دو دن بعد آکے کام شروع کر دو۔“

سب رنگ



”کیا آپ کے ہاں بچے ہیں؟“

باہر آ کے مارٹن نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہ خود بھی چاہتا تھا کہ اُسے دو چار دن کی فرصت مل جائے۔ اُس نے پولیس اسٹیشن جا کر اپنی ملازمت کی اطلاع دی اور پھر ایک پبلک لائبریری جا پہنچا اور اخبارات کی سات برس پرانی فائلیں نکالیں۔ واردات سے مقدمے کی سماعت ختم ہونے تک ہر اخبار نے مختلف چیزیں اور تصویریں چھاپی تھیں۔ اُس نے باری باری تمام اخبارات دیکھے، مگر سب میں وہی باتیں تھیں جو مارٹن کو پہلے سے معلوم تھیں۔ وہ مایوس ہو کے یہ جستجو ختم کرنے والا تھا کہ ایک تصویر پر رک گیا۔ یہ اُس کی گرفتاری کے ٹھیک دو ماہ بعد شائع ہوئی تھی۔ یہ ایک نوجوان لڑکی کی تصویر تھی۔ سڑکیوں پر بیٹھی اُس لڑکی کا لباس مختصر ہی نہیں، آتش شوق کو بھی ہوا دیتا تھا۔ کیمرے کے زاویے نے شوخیاں بڑھا دی تھیں۔ رہی کسی کسر دعوت دیتی ہوئی اُس کی مسکراہٹ نے پوری کر دی تھی۔ مارٹن کی دل چسپی کا سبب لڑکی کی غیر معمولی کشش نہیں، بل کہ اُس کی شناسا صورت تھی۔ اُس کا نام جینی آدم تھا اور وہ مسٹر شوڈ کی کہنی کے سامنے ایک ریسٹوراں اور بار میں خدمت گار کی حیثیت سے ملازم تھی، پھر اُس نے بار کے مالک سے شادی کر لی اور کانٹر پر جا بیٹھی۔ اُس کے ناز و انداز پر ریسٹوراں



کے گا ہک سو جان سے فریفتہ تھے۔ جینی کسی کا دل توڑنے کی قائل نہیں تھی۔ اُس کی دریا دلی کے قفسے عام تھے۔ بہت سے لوگ اُس کے قرب کا دعو کر تے تھے۔ یہ دعوے تقریباً سچ تھے۔ یہ تصویر طلاق کے مقدمے کی وجہ سے شائع ہوئی تھی۔ ہار کے مالک، جینی کے شوہر کا بیان پڑھ کے مارٹن مسکراتا رہا۔ اُس نے کہا تھا کہ ہر گا ہک اُس کی بیوی کا عاشق تھا۔ اُس کی بیوی نے ریستوراں کو قبضہ خانہ بنا دیا تھا۔ ثبوت کے طور پر شوہر نے ہیروں کا ایک نیٹکس پیش کیا تھا جو اُس کی بیوی کو کسی چاہنے والے نے دیا تھا۔ مظلوم شوہر کا کہنا تھا کہ اپنا گھریا اور کاروبار بیچ کر بھی وہ ایسا نیٹکس نہیں خرید سکتا۔

لابریری سے نکل کر مارٹن کو ایک معمولی سا واقعہ یاد آیا۔ واردات سے ایک مینے قتل وہ اور سام بار میں بیٹھے جینی کو چھیڑ رہے تھے کہ نیٹکس کے ہیرے اصلی ہیں، یا نقلی۔ اگر اصلی ہیں تو کون لکھ پتی اُس پر مر مٹا ہے۔ جینی ہنس ہنس کر انھیں بتا رہی تھی کہ دنیا میں حقوق کی کمی نہیں۔ عین اُسی وقت کوئی شخص بار میں داخل ہوا اور آخری کنارے پر اسٹول کھینچ کر بیٹھ گیا۔ وہ چالیس پچاس سال کا صورت سے بیمار نظر آنے والا شخص تھا۔ اُس کے کپڑے بھی معمولی تھے اور سرد درمیان سے گنجا ہو چکا تھا۔ مارٹن اور سام دونوں اُس کا رٹون کو دیکھ کر ہنسنے نہیں تھے، بلکہ حیران ہوئے تھے، کیوں کہ اس سے پہلے وہ کبھی اس بار میں نظر نہیں آیا تھا۔ یہ شخص مسٹر شرڈ کی کمپنی کا کیٹھیئر ڈیوڈ تھا جس کی گواہی نے مارٹن کو جیل پہنچا دیا تھا۔ ایک بارگی مارٹن کے دماغ میں کونداسا لپکا۔ کہیں ہیروں کا نیٹکس، جینی، ڈیوڈ اور دس لاکھ ڈالر کی چوری ایک ہی سلسلے کی مختلف کڑیاں تو نہیں۔ یہ ظاہر ایسی کوئی علامت نظر نہیں آتی تھی، مگر مارٹن کے ذہن میں طرح طرح کے اندیشے نمودار ہونے لگے وہ مسٹر شرڈ کے اسٹور کی جانب جانے والی بس میں بیٹھ گیا، لیکن ڈیوڈ وہاں نہیں ملا۔

ہو سکتا ہے، اس مدت میں وہ وہاں موجود ہی نہ رہا ہو، یا ملازمت چھوڑ گیا ہو۔ اگر اُس نے مارٹن کی صورت دیکھتے ہی چیخنا چلا نا شروع کر دیا تو پولیس آ جائے گی اور ایک دن کی آزادی کے بعد پھر وہی جیل ہوگی۔ ڈیوڈ کوئی بھی الزام لگا سکتا ہے، مثلاً یہ کہ مارٹن قتل کی اور انتقام کی دھمکی دینے آیا تھا۔ اگر ڈیوڈ نہ ملتا تو کیا مسٹر شرڈ اُس سے ملنا پسند کریں گے۔

شرڈ کوئی ایسا کمینہ شخص نہیں تھا، غیر مہذب بھی نہیں تھا۔ مارٹن نے کوشش کرنے میں کوئی ہرج نہ سمجھا اور کمپنی کے آفس جا پہنچا۔ کنبے بوڑھے گدھے جیسے ڈیوڈ کی جگہ چست بدن کی ایک لڑکی بیٹھی نظر آئی۔ مارٹن نے درخواست کی کہ اُسے کوئی کام نہیں۔ مسٹر شرڈ اُسے جانتے ہیں، وہ مناسب سمجھیں گے تو ضرور وقت دے دیں گے۔ انھوں نے ملنا پسند نہیں کیا تو وہ لوٹ جائے گا۔ بات معقول تھی۔ لڑکی اندر گئی اور دو منٹ بعد لوٹ آئی، ”مسٹر شرڈ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“ وہ دروازے کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

مارٹن کو زیادہ سے زیادہ یہ اُمید تھی کہ مسٹر شرڈ باہر آ کے اُس سے بات کر لیں گے۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو مسٹر شرڈ کے رویے نے اُسے مزید حیران کیا۔ انھوں نے کھڑے ہو کر مارٹن سے ہاتھ ملایا اور اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کر کے انٹرکام پر کافی کے لیے کہا، ”مارٹن! تم رہا ہو گئے۔“ شرڈ نے گھومنے والی کرسی سے پشت ٹیک کر کہا، ”چلو، بات ختم ہوئی۔ جو کچھ ہوا، اب اُسے بحول جاؤ۔“

”میرا بھی یہی ارادہ ہے جناب!“ مارٹن نے کہا۔ ”میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔ آپ نے گواہی دیتے وقت جو سنا تھا، وہی بتایا۔ آپ چاہتے تو یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ سام کے ساتھ میں تھا اور ڈیوڈ کی گواہی کے بعد آپ کی گواہی کو کوئی بھی غلط نہیں کہہ سکتا تھا۔“

”مارٹن! مجھے تم سے کوئی ذاتی عداوت نہیں تھی کہ میں جھوٹ بولتا۔“ مسٹر شرڈ نے کہا، ”لیکن ایک بات آج تک میں نہیں سمجھ سکا، اگر واقعی سام کے ساتھ تم نہیں تھے تو اُس نے تمہارا نام کیوں لیا؟“

”ہو سکتا ہے، اُس کی زبان سے غیر ارادی طور پر میرا نام نکل گیا ہو۔“ مارٹن نے کہا، ”یہ نام اُس کی زبان پر چڑھا ہوا تھا۔ ہم بچپن کے ساتھی تھے اور ہر جگہ ساتھ رہے تھے، اسکول میں، جنگ کے میدان میں اور پھر یہاں۔ وہ کوئی پیشہ ور مجرم نہیں تھا اور پہلی بار اُس کا پارٹر میں نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے، اچانک آپ کی آمد سے وہ گھبرا گیا ہو، خوف کی اُسی کیفیت میں جب اُس نے اپنے ساتھی کو پکارا تو میرا نام اُس کی زبان پر آ گیا۔ اُس وقت خود اُسے بھی احساس نہیں ہوا ہوگا کہ اُس نے



## ہی جرم کہاو تیں

♦ جو شادی کرتا ہے لہتا کرتا ہے اور جو شادی نہیں کرتا، وہ اُس سے بہتر کرتا ہے۔

♦ جو شخص اپنے ہاتھ خون میں نہلاتا ہے، اُسے اُن کو آنسوؤں سے دھونا پڑتا ہے۔

♦ جو شخص اوپر چڑھنا چاہتا ہے، اُسے نچلے زینے سے شروع کرنا پڑتا ہے۔

♦ جو شخص بہ یک وقت دو خرگوشوں کے پیچھے بھاگتا ہے، وہ ایک بھی نہیں پکڑ سکتا۔

♦ جو شخص تھیں ایک بار دھوکا دیتا ہے، وہ قاتل سزا ہے، مگر جو شخص تھیں دو بار دھوکا دیتا ہے، وہ ٹھیک کرتا ہے۔

♦ جو شخص جھوٹ بولنا چاہتا ہے، اُس کی یادداشت اچھی ہوتی چاہیے۔

♦ جو دنیا کو نگل جانا چاہتا ہے، اُس کا دہانہ بھی خوب بڑا ہونا چاہیے۔

♦ جو شخص سولی کے لیے پیدا ہوا ہے وہ دُوب کر نہیں مر سکتا۔

ترجمہ: منیر الدین احمد ♦ انتخاب: رفیق احمد نقوی

”میں جینی کو جانتا ہوں۔“ مسٹر شرڈ نے کہا۔ ”اُس کی طلاق کے بعد میں نے ڈیوڈ کو بھی ملازمت سے جواب دے دیا تھا۔ اس قسم کی بدنامی سے کبھی کی سنا کہ کو نقصان پہنچتا ہے۔“ مارٹن بھونچکا رہ گیا۔ ”آپ کا مطلب ہے، یہ ٹھیک ڈیوڈ کی وجہ سے شروع ہوا تھا؟“

”ہاں، لیکن یہ بات میں نے دہادی تھی۔“ مسٹر شرڈ نے کہا، ”ڈیوڈ کا نام مقدمے میں نہیں آیا۔“

”مسٹر شرڈ! جینی بڑی حسین اور طرح دار لڑکی تھی، وہ موت نے حکار کی تلاش میں رہتی تھی۔“ مارٹن نے کہا، ”لیکن اُس کے حکار بالعموم نوجوان اور خوب نر و مرد ہوتے تھے۔ ڈیوڈ جیسے مرل بڑھے نہیں۔ اُسے ڈیوڈ میں کیا نظر آیا کہ وہ اپنے شوہر کو چھوڑنے پر تیار ہو گئی۔ اُس کے شوہر نے تو بہت کچھ برداشت کر لیا تھا۔ کیا ڈیوڈ سے جینی کے مراسم بہت زیادہ بڑھ گئے تھے؟“

”میں نے اپنی آنکھوں سے تو نہیں دیکھا، سنا ہی ہے۔“

کرن سامان لیا۔ خیر، جو ہوتا تھا، وہ ہو چکا۔ اگر آپ برائے مانیں تو کچھ معلوم کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ کیا آپ نے کبھی یہ سوچا کہ میں بے گناہ ہو سکتا ہوں؟“

مسٹر شرڈ نے کچھ دیر انتظار کیا۔ سیکریٹری کافی لمبے کرا اندر آ گئی تھی۔ اُس کے چلے جانے تک مسٹر شرڈ کو سوچنے کے لیے مابقی مہلت مل گئی تھی۔ مارٹن جانتا تھا کہ اس سوال کا جواب آسان نہیں۔

”مارٹن! ڈیوڈ کی طرح مجھے سو فیصد یقین نہیں تھا کہ دوسرے مجرم تم ہو۔“ مسٹر شرڈ نے محتاط الفاظ میں کہا شروع کیا، ”حالات اور واقعات تمہیں کو مجرم بتا رہے تھے۔ ظاہر ہے، جج نے بھی بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہوگا، لیکن میرے عزیز! یہ ہم انسانوں کا نظام انصاف ہے جو دلیلوں اور گواہوں پر قائم ہے۔ کوئی جھوٹی بھی ہو سکتی ہے اور کبھی کبھی حالات آدمی کے خلاف سازش کر لیتے ہیں، مگر یہ جج کی غلطی نہیں ہے۔ بے شک ہو سکتا ہے، تم اس جرم میں شریک نہ ہو۔“

”مسٹر شرڈ! آپ اصول پرست آدمی ہیں۔“ مارٹن نے کہا، ”میں یہاں آپ سے مدد لینے آیا ہوں۔“

”کیس مدد؟ کسی ملازمت کی ضرورت ہے؟“ مسٹر شرڈ نے تردد سے پوچھا۔

”ملازمت تو مجھے مل چکی ہے۔“ مارٹن نے کہا، ”اور مجھے یہ بتاتے ہوئے شرم بھی محسوس نہیں ہوتی کہ میرا کام ایک ریستوراں میں برتن دھونے کا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح اُس دوسرے آدمی کا سراغ لگاؤں جو سام کا شریک کار تھا۔ اُس کے بعد حکومت سے سات برس کی قید کا ہرجانہ طلب کروں۔ یہ سزا میں نے اس لیے کافی کہ حکومت اصل مجرم کو پکڑنے میں ناکام ہو گئی تھی۔“

”تم پر ظلم ہوا ہے تو تم خلائی کے حق دار ہو۔“ مسٹر شرڈ نے کہا، ”مگر میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟“

”جناب! آج میں پرانے اخبارات دیکھ رہا تھا تو مجھے مس جینی کی تصویر نظر آئی۔“ مارٹن نے کہا، ”شاید آپ کو معلوم ہو کہ پہلے وہ سامنے والے ریستوراں اور ہار میں بیٹھتی تھی۔ اُس نے بار کے مالک سے شادی کر لی تھی۔ تصویر کا تعلق طلاق کے مقدمے کی خبر سے تھا۔“

نہل رنگ



مسٹر شرود نے کہا۔

”مسٹر شرود! چوری کی واردات سے ایک ماہ قبل میں نے اور سام نے جینی کے پاس ہیروں کا ایک ٹیکس دیکھا تھا۔“  
مارٹن نے کہا، ”اُس کا ذکر اخبارات میں بھی ہے۔ جینی کے شوہر نے کہا تھا کہ اس قسم کا ٹیکس وہ خرید ہی نہیں سکتا۔ جینی نے ہم سے مذاق میں کہا تھا کہ ایک احمق اُس کے دام میں آ گیا ہے۔ میرا خیال ہے وہ احمق ڈیوڈ ہی تھا۔ ہم ایک روز اُسے بار میں دیکھ کر حیران ہوئے تھے کیوں کہ وہ پہلے کبھی وہاں دکھائی نہیں دیا تھا۔“

مسٹر شرود کی صورت سے دل چسپی اور حیرت کا اظہار ہونے لگا۔ وہ کچھ دیر سوچتے رہے، پھر کہنے لگے، ”تمہارا مطلب ہے، وہ نمین کر رہا تھا اور جینی پر دولت لگا رہا تھا؟“  
”وہ کیشیر تھا اور حساب کتاب درست رکھنا جانتا تھا۔“  
مارٹن نے کہا، ”اُس نے آپ کے اعتماد سے فائدہ اٹھایا، رقم خوردہ دکر تار ہا، لیکن اس طرح کہ حسابات غلط نہ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کسی ماہر شخص سے پرانے حسابات نکلوا کر چیک کرائیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ نمین کتنے لاکھ ڈالر کا ہوا تھا۔ ڈیوڈ کے لیے نمین کی ہوئی رقم کو پورا کرنا ناممکن تھا۔“  
مسٹر شرود نے تذبذب سے سر ہلایا۔ ”چنانچہ اُس نے ڈاکا پڑنے کا ڈراما کیا۔“

”گٹریڈ اُس وقت ہوئی جب آپ خلاف معمول عین واردات کے وقت اچانک آن پہنچے۔“ مارٹن نے اپنی بات جاری رکھی۔ ”اُس وقت تجوری کھول کر ڈیوڈ رقم نکال رہا تھا۔ سام اور اُس کے ساتھی نے اس غیر متوقع صورت حال کو یوں سنبھالا کہ فوراً ریوالور نکال لیا اور ظاہر کیا کہ وہ ڈاکو ہیں اور زبردستی ڈیوڈ سے تجوری کھلوا رہے ہیں۔ ڈیوڈ بھی فوراً مجبور بن گیا، لیکن اس گھبراہٹ میں سام کے منہ سے میرا نام نکل گیا۔“  
مسٹر شرود کی دل چسپی اچانک ختم ہو گئی تھی۔ اُن کی زیر لب مسکراہٹ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اخلاقاً مارٹن کی بات سن رہے ہیں۔ مارٹن خاموش ہو گیا۔ مسٹر شرود نے بجھا ہوا سگار جلایا اور ایک کش لے کر مارٹن کی طرف دیکھا، ”مارٹن! تم سراغ رساں نہیں ہو۔ تمہارے اس گمان میں بہت سی خامیاں ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ میں اچانک نہیں آیا تھا۔ ڈیوڈ کو معلوم تھا

کہ میں آنے والا ہوں۔ دوسری یہ کہ میں اندر داخل ہوا تو سام اور اُس کا ساتھی نقاب چہرے پر چڑھائے کھڑے تھے، تیسری یہ کہ تمہارا نام ڈیوڈ نے نہیں، بلکہ سام نے لیا تھا جو تمہارا بہترین دوست تھا اور چوتھی بات یہ کہ چوری کی رقم سام کی موت سے پہلے ہی تمہارے فلیٹ سے برآمد ہو چکی تھی۔“  
مارٹن کا سارا جوش و خروش سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ مسٹر شرود نے ذرا سی دیر میں اُس کی اُمیدیں خاک میں ملا دی تھیں۔

”مجھے تم سے ہم دردی ہے مارٹن!“ مسٹر شرود نے اُس کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر کہا، ”مشکل یہ ہے تم ایک حقیقت تسلیم نہیں کرنا چاہتے، یعنی یہ کہ تمہیں پھنسانے والا سام تھا۔ اُس نے اضطراری طور پر نہیں، دانستہ تمہارا نام لیا تھا۔“

یہ خیال مارٹن کو بھی کئی بار آیا تھا، مگر وہ سام کی دوستی کے اعتماد سے محروم ہوتے ہوئے ڈرتا تھا۔ یہ جذباتی رویہ حقیقت سے گریز کے مترادف تھا۔ آنکھیں بند کر لینے سے خطرہ ٹل نہیں جاتا۔ صورت حال کے نقش و نگار اب اُس کے سامنے ابھرنے لگے تھے۔ اُس کے خلاف بہت سوچ سمجھ کر سازش تیار کی گئی تھی۔ سام اور اُس کے ساتھی کو بھی معلوم تھا کہ مسٹر شرود آنے والے ہیں۔ انہوں نے مسٹر شرود کو ایک چشم دید گواہ بنا لیا جس نے اپنے کانوں سے سنا تھا کہ سام نے دوسرے شخص کو مارٹن کے گھر آواز دی ہے۔ یہ ثابت کرنا عملاً ناممکن تھا کہ سام نے گھبرا کر غلطی سے، یا عادت کے باعث مارٹن کا نام لے لیا تھا۔ پھر عدالت میں ڈیوڈ نے کسی تاثر کے بغیر مجرم کو فوراً شناخت کر لیا تھا۔ ایک بات اب بھی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ آخر سام کو مارٹن کا نام لینے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ کیا اُسے ڈرتا تھا کہ ڈیوڈ، یا اُس کا ساتھی اُسے دھوکا دینا چاہتے ہیں، اُسے بے وقوف بنا کر، یا اُس کی کسی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ساری رقم ہضم کر لینا چاہتے ہیں۔ کہیں نہ کہیں کوئی غلطی تھی، یا تو ڈیوڈ واقعی بے قصور تھا، یا سام کو اُس پر بھروسہ نہیں تھا۔

”ڈیوڈ آج کل کہاں ہے؟“ مارٹن نے خاموشی کے طویل وقفے کے بعد کہا۔

”میں نے اُسے ملازمت سے جواب دے دیا تو وہ شہر سے کہیں چلا گیا تھا۔“ مسٹر شرود نے کہا۔ ”ایک بات پر مجھے





”واہ! اب ریلے یو کام کر رہا ہے۔“

خستہ حالی کمینوں کی غربت کی آئینہ دار تھی۔ چھوٹے چھوٹے تنگ دتار یک مکان سو سال پرانے لگتے تھے اور ایسا لگتا تھا، اگلی بارش میں گر جائیں گے۔ اُن پر لکھے ہوئے نمبر بھی مٹ گئے تھے۔ مارٹن نے تھوڑی سی جست بھوکے بعد ڈیوڈ کا گھر دریافت کر لیا۔ ایک عورت نے ذرا سادہ دروازہ کھول کے سخت لہجے میں پوچھا کہ کون ہے اور کس سے ملنا چاہتا ہے۔ مارٹن سوچ میں پڑ گیا کہ اُسے اپنا اصلی نام بتانا چاہیے، یا فرضی۔ مسٹر شرڈ سے ملاقات نے اُس کا حوصلہ بڑھا دیا تھا، چنانچہ مارٹن نے اپنا نام بتا کے کہا کہ وہ مسٹر ڈیوڈ سے ملنے آیا ہے۔ دروازہ بند ہو گیا اور مارٹن گلی میں کھڑا رہ گیا۔ پانچ منٹ انتظار کرنے کے بعد اُس نے پھر دستک دی، لیکن اس مرتبہ کوئی دروازہ کھولنے بھی نہیں آیا۔ وہ سمجھ گیا کہ ڈیوڈ اُس سے ملنے ہوئے کترار رہا ہے۔

وہ مایوس ہو کر پلٹا ہی تھا کہ ایک پولیس کار اُس کے سامنے آن رکی۔ وردی پوش ایک پولیس والے نے نیچے اترتے ہی کہا، ”تمہارا نام مارٹن ہے؟“ اُس کا لہجہ جارحانہ تھا۔ مارٹن نے اقرار میں سر ہلایا، ”ہمیں فون پر اطلاع ملی ہے کہ تم کسی کے گھر میں زبردستی گھسنے کی کوشش کر رہے ہو۔“ پولیس افسر نے مارٹن کو گھورتے ہوئے کہا۔

مارٹن نے برہمی سے کہا، ”پہلے تصدیق کر لو، یہاں میں نے کس کا دروازہ توڑا ہے؟“

”مسٹر مارٹن!“ پولیس افسر نے دھمکی دیتے ہوئے کہا، ”یہ تمہاری نیک چلنی کی ضمانت پر رہائی کا زمانہ ہے۔ گڑبڑ کرو گے تو پھر جیل میں ڈال دیے جاؤ گے۔“

”مگر میں نے کہاں گڑبڑ کی ہے؟“ مارٹن نے لہجہ بدل

جیرانی ضرور ہوئی تھی، اُسے ملازمت چھین جانے کا زیادہ رنج نہیں ہوا تھا، ورنہ اس عمر میں بے روزگاری سے آدمی پریشان ہو جاتا ہے۔ وہ تو مجھے کچھ خوش ہی نظر آیا تھا۔ اُس کے ساتھ ہی جینی بھی چلی گئی تھی۔“

مارٹن کو ایک بار پھر یقین آنے لگا کہ جینی کا ڈیوڈ سے تعلق بے سبب نہیں تھا۔ وہ کوئی جوان رعنا، کوئی وجیہ وکیل مرد نہیں تھا۔ جینی کی دل چسپی کا سبب صرف دولت ہو سکتی تھی، مگر مارٹن کو ملوث کرنے سے کسی کو کیا ملا۔ مارٹن کو کسی قصور کے بغیر جیل بھجوانے سے کس کی ذات کو فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ ڈیوڈ کو مارٹن سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ خطرہ سام کو بھی نہیں تھا۔ مارٹن کو کچھ معلوم نہ تھا اور اگر معلوم ہوتا بھی تو مارٹن ایسا آدمی نہیں تھا جو اپنے دوست کو ’بلیک میل‘ کر کے یہ کہتا کہ میرا حصہ نکالو۔ پھر مارٹن کو جیل بھجوانے کا مقصد کیا تھا؟

”بعد میں ڈیوڈ کی کوئی خبر نہیں ملی؟“ مارٹن نے پوچھا۔

”وہ چار چھ سال نہ جانے کہاں رہا۔“ مسٹر شرڈ نے کہا، ”مجھے خبر ملی تھی، ابھی سال ڈیڑھ سال پہلے وہ لوٹ آیا ہے، مگر جینی اُس کے ساتھ نہیں ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں گئی اور اُس نے ڈیوڈ کا ساتھ کب چھوڑا، لیکن میرا خیال ہے یہ تو ہونا ہی تھا۔ ڈیوڈ کی عقل گھاس چرنے چلی گئی تھی، ورنہ وہ خود بھی سمجھ لیتا کہ جینی کیسی عورت ہے۔ جب وہ واپس آیا تو اُس کی صحت خاصی گر چکی تھی اور وہ حد سے زیادہ دل شکستہ اور مایوس نظر آتا تھا۔ ایک ایسا شخص خودکشی کر لے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اب وہ کسی فضول سی جگہ پر کوئی معمولی سا کام کر رہا ہے، گزر اوقات بڑی مشکل سے ہوتی ہے، وہ ایک غلیظ آبادی میں ایک کمرے کے چھوٹے سے مکان میں رہتا ہے۔“ مسٹر شرڈ نے کاغذ کے ایک پرزے پر کچھ لکھ کر اُس کی طرف بڑھایا۔

”یہ اُس کا پتا ہے، تم چاہو تو اُس سے مل سکتے ہو۔“

مارٹن نے شرڈ کا پھر شکریہ ادا کیا کہ اُنھوں نے ملنے سے انکار نہیں کیا اور خاصی مفید معلومات فراہم کیں۔ مسٹر شرڈ نے وعدہ کیا کہ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو وہ مارٹن کی مدد کے لیے حساب کتاب کا سات برس پرانا ریکارڈ نکال کر چیک کریں گے۔

آدھ گھنٹے بعد مارٹن بس سے اُتر اور آدھ میل پیدل چل کے اُس گلی تک پہنچا جس میں ڈیوڈ کا مکان تھا۔ مکانوں کی

منب رنگ



کے کہا، ”میں یہاں مسٹر ڈیوڈ سے ملنے آیا تھا۔ اُس نے جھوٹی رپورٹ کی ہے۔“

”ہو سکتا ہے، تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔“ پولیس افسر نے کہا۔ اب اُس کا لہجہ بھی مختلف تھا۔ ”یہ عورت وقت بے وقت پولیس کو خواہ مخواہ پریشان کرنے کی عادی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کا دماغ ٹھیک نہیں، لیکن خود تمہاری پوزیشن بھی ٹھیک نہیں ہے۔ تمہیں اُن لوگوں کے گھر جانے کی کیا ضرورت ہے جو تم سے ملنا نہیں چاہتے۔“

مارٹن نے مجبوراً واپسی اختیار کی۔ اُسے ڈیوڈ پر طیش آرہا تھا، مگر ابھی وہ پوری طرح آزاد نہیں تھا۔ راستہ میں اُس نے بیڑ کی چھ بوتلیں خریدیں اور سام کے گھر جا پہنچا۔ جوڑی ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ مارٹن ایک کے بعد ایک بوتل خالی کرنے لگا۔ جتنی بوتل خالی ہونے تک نشہ اُس پر غالب آچکا تھا اور وہ گزشتہ رات جیسی ایک اور رات کے انتظار میں تھا۔ گزشتہ روز اُس نے جوڑی کے سوا کچھ نہیں دیکھا تھا۔ اب اُس نے گھوم کر فلیٹ کا جائزہ لیا تو اُسے غیر معمولی خوش حالی کا احساس ہوا، فرنیچر سے لے کر قالین اور پردوں تک ہر چیز نئی اور بہت قیمتی تھی۔ کپڑوں کی الماری میں جوڑی کے کم از کم دو درجن کے قریب جوڑے مہک رہے تھے۔ یہ سب بیش قیمت ملبوسات تھے۔ نیچے مختلف رنگوں کے جوتوں کی قطار تھی، جوتوں اور کپڑوں سے بچ کر تے ہوئے ہینڈ بیگ، اُن کے علاوہ سنگھار میز پر آرائش کا قیمتی سامان تھا۔ ریسٹورن کی کوئی خدمت گار اس شاہ خرچی کی منتہی نہیں ہو سکتی تھی، تاوقتہ کہ وہ آمدنی کے دیگر ذرائع سے استفادہ نہ کرے۔ مارٹن کو جینی بھی یاد تھی جو پہلی نظر میں طوائف لگتی تھی۔ اپنے خزانہ حسن و شباب کو سر بازار سجادینے والی عورت کی جوانی بہت جلد لٹ جاتی ہے، مگر جوڑی کی رعنائی اور تازگی برقرار تھی۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جوڑی نے ایک وقت میں ایک ہی مرد کی داشتہ رہنے کا اصول اپنا لیا ہے۔ اس طرح ضروریات کی کفالت بہ خوبی ہو جاتی ہے اور عورت ایسی زسوا نہیں ہوتی۔ جوڑی میں یہ صلاحیت تھی کہ جس مرد پر ایک نگاہ ڈالے، اُسے مطیع کر لے۔ ایک بے نام حسد کا جذبہ مارٹن کو جلانے لگا۔ اُس کی اپنی حیثیت کیا ہے۔ ایک سزا یافتہ مجرم، جو ہوٹل کے گندے برتن دھونے

پر مامور ہے۔ جوڑی عام آمدنی والے شخص کے لیے نہیں تھی۔ کوئی صاحب حیثیت ہی اُس کے جملہ حقوق محفوظ کر سکتا تھا۔ مارٹن کا دل ٹوٹنے لگا۔ اُسے اپنے آپ پر ہنسی بھی آئی اور غصہ بھی آیا۔ وہ تو اپنا گھر سامنے کی سوچنے لگا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ جوڑی کا سہارا بن جائے۔ اُس کے لیے خوب محنت کرے، یہ ثابت کرنے کے لیے کہ وہ کسی طرح سام سے کم تر شوہر نہیں ہے۔ جوڑی اُس کے گزر جانے والے دوست کی بیوی رہی ہے۔ وہ اب تک عہد وفا کو نبھا رہی ہے، سام کے بعد وہ کوئی شخص منتخب کر سکتی تھی۔ وہ ہر لحاظ سے مثالی عورت ہے۔ سام بچ میں نہ ہوتا تو جوڑی کی شادی مارٹن ہی سے ہوتی۔ مارٹن ایک ہی دن کی آزادی میں جوڑی کی مستقل رفاقت کے خواب دیکھنے لگا تھا، لیکن اب اُن خوابوں کی کوئی تعبیر نہیں تھی۔ جوڑی تو سب کی بیوی ہے۔ اُس کے ذاتی اخراجات ہزاروں ڈالر ماہانہ تک پہنچتے ہیں۔ وہ مارٹن جیسے بے سر و سامان شخص کی بیوی بن کے کیسے رہ سکتی ہے۔ جوڑی کی گھر واپسی کے بعد اُس کے اندازے درست ثابت ہوئے۔ گزشتہ شب کی طرح مارٹن نے اُس کے قریب آنے کی کوشش کی تو جوڑی نے اس مرتبہ اُسے بری طرح جھڑک دیا۔ ”مارٹن!“ وہ خود کو چھڑا کے دُور جا کھڑی ہوئی۔ ”غالبا تم نشے میں ہو، لیکن میری بات ضرور سمجھ سکتے ہو۔ کل تم مہمان تھے اور تم سات برس کی قید کاٹ کے سیدھے میرے پاس آئے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ تم پر کیسی وحشتوں کا غلبہ ہوگا۔ تمہارا بے قابو ہو جانا فطری تھا، لیکن کسی خوش فہمی میں مت رہنا۔ میں تمہاری مدد کر رہی ہوں۔ صرف اس لیے کہ تم سام کے دوست ہو، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں سات برس سے تمہاری راہ دیکھ رہی تھی اور اب سام کی ہر چیز تمہاری ہے۔ تمہیں اپنی زندگی کا راستہ خود بنانا ہے مارٹن!“

مارٹن ڈھیر ہو گیا۔ ”معاف کرنا جوڑی! میں واقعی غلط سمجھا تھا۔“ وہ صرف اتنا کہہ سکا۔

جوڑی نے اپنے مہکتے ہوئے لباس کی شکنیں درست کیں،

”میں نے تمہارے لیے اسی عمارت میں نیچے کالٹ لے لیا ہے۔ میں جس حد تک تمہاری مدد کر سکتی ہوں، کر رہی ہوں، اس سے زیادہ کی توقع مت رکھو۔“

”میں آج سارا دن پرانے اخبارات دیکھتا ہوں۔“ مارٹن





امریکی وزیر خارجہ ہنری کیسینجر نے  
امریکا اور یورپی ممالک کے درمیان  
تعلقات میں مشکلات پر ایک کتاب  
لکھی جس کا نام تھا:

صحن شناسی

The Troubled Partnership

(ساتھ بھانے کا بکھیرا)، یہ کتاب امریکا کے تمام مقامات پر  
بہت کم کی گئی۔ لیکن حیرانی اس بات پر ہوئی کہ ایک شہر کے  
ایک بک اسٹور میں بہت زیادہ کی گئی۔ تحقیق کرنے پر معلوم  
ہوا کہ اس دکان کے ملازمین نے اس کتاب کو لٹلٹی سے  
'میرج کاؤنڈ بکس' کے فلیٹ میں رکھ دیا تھا۔

ڈاکٹر عبدالخالق کی کتاب "ترکی بہ ترکی" سے  
عقیل مہاس جعفری کا ملاحظہ

کی تصدیق کر دی تھی۔ بستر پر لیٹ کر دوا اپنے آپ سے اٹھتا رہا۔

آنکھ کھلی تو کوئی دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ اس  
کی سمجھ میں نہ آیا کہ آدھی رات گئے اس سے ملنے کون آ سکتا  
ہے۔ جوڑی کے آنے کا کوئی سوال نہیں تھا اور اگر وہ آتی بھی تو  
یوں دستک نہ دیتی کہ ساتھ والے گھروں میں بھی ہر شخص جاگ  
اٹھے۔ اس نے روشنی کی اور آنکھیں ملتا ہوا آگے بڑھا۔ وہ  
قلب تھا۔ اس کے چہرے پر غیر معمولی سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔  
مارٹن نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا، "خیریت تو ہے؟"  
قلب نے نفی میں سر ہلایا۔ "خیریت نہیں ہے مارٹن، میں  
تحصیل موقوف کر کے آیا ہوں۔"

مارٹن کی صورت ایک سوالیہ نشان بن گئی۔ "کیا جرم کیا ہے  
میں نے؟"

"ابھی گھنٹا بھر پہلے کسی نے ڈیوڈ کو قتل کر دیا ہے۔" قلب  
نے سپاٹ لہجے میں کہا، "گوئی اس کے سر میں ماری گئی تھی۔"  
مارٹن کو اچھی طرح یاد تھا کہ شام کو اس نے بیڑ کی چم  
بوتلیں پی تھیں اور جب جوڑی نے اسے اپنے فلیٹ سے رخصت  
کیا تھا تو وہ نیچے آ کر کپڑے تبدیل کیے اور جوتے اتارے بغیر  
بستر پر دراز ہو گیا تھا اور بھوکا ہی سو گیا تھا، کیوں کہ بیڑ کے اثر سے  
غنودگی اس پر غالب آ رہی تھی، مگر ان سب باتوں کی

نے یہ ترسجا کہ موضوع بدل دے۔ "پھر میں کہنی کے مالک  
سے ملنے چلا گیا۔ مسٹر شرڈ نہایت شریف اور ہادوسول آدمی  
ہیں۔ انھوں نے بھی مدد کا وعدہ کیا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے  
میں نے کوشش کی تھی کہ ڈیوڈ سے ملوں، مگر اس علاقہ حرام نے  
پولیس طلب کر لی اور مجھ پر الزام لگانے کی کوشش کی کہ میں اس  
کے گھر میں زبردستی داخل ہونا چاہتا ہوں۔ وہ تو نفیست ہے،  
جب پولیس آئی تو میں آرام سے کھلی میں کھڑا تھا۔ چنانچہ  
انھوں نے مجھے تنبیہ کر کے جانے کی اجازت دے دی۔ خیر،  
اس سے میرا ارادہ تبدیل نہیں ہوا ہے۔ کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں  
ڈیوڈ پھر ملے گا۔ کسی ایسی جگہ، جہاں میں اس کا گلا دبا کر اس  
سے پوچھ سکوں گا کہ میں نے اس کا کیا بگاڑا تھا جو اس نے  
مجھے سات برس کے لیے جیل بھجوانے کی خاطر جھوٹ بولا۔ میں  
حقیقت معلوم کیے بغیر اسے نہیں بخشوں گا۔"

"اور جب اس طرح تم حقیقت معلوم کر لو گے تو پھر جیل چلے  
جاؤ گے۔" جوڑی نے سختی سے کہا، "مارٹن! جو کچھ ہو چکا ہے، اسے  
بھول کر نئی زندگی کا آغاز کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔"  
"جوڑی! تم شریف لوگوں میں شرافت کی زندگی گزار رہی  
ہو۔ اچانک کسی جرم کے بغیر تمہیں کسی ناکردہ گناہ کی پاداش  
میں زنداں بھیج دیا جائے، تمہیں مہذب انسانوں کی دنیا سے  
جرائم پیشہ اور بد معاش لوگوں کی دنیا میں پہنچا دیا جائے تو تم کیا  
کرد گی؟ اتنا طویل عرصہ گزار کے تم واپس آؤ گی تو کیا  
تمہارے پاس آج کے دن کا حوصلہ ہوگا؟ آزادی کے سات  
برسوں میں آدمی بوڑھا نہیں ہوتا۔ جیل میں وقت بڑی بے رحمی  
سے سفر کرتا ہے۔ کبھی ڈگنی رفتار سے، کبھی اس سے بھی زیادہ۔  
جب آدمی باہر نکلتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ سات برس نہیں،  
صدیاں گزر گئی ہیں۔ زندگی بہت کم رہ گئی ہے۔ اس وقت نئی  
زندگی کی جدوجہد کا آغاز کتنا مشکل ہوتا ہے، اس کا ابھی تمہیں  
کوئی اندازہ نہیں۔ تم نہیں سمجھ سکو گی کہ میرے لیے ڈیوڈ کو  
معاف کرنا اتنا آسان نہیں۔"

مارٹن نے ہاتھ پھیلا کے جوڑی سے اپنے کمرے کی چابی  
طلب کی اور نیچے اتر آیا۔ اس دیران فلیٹ میں معمولی سا پرانا  
فرنیچر تھا اور گردھی۔ نہ جانے کب سے یہ فلیٹ بند پڑا تھا۔  
جوڑی کے رویے نے اسے حیران نہیں کیا تھا، اس کے شبہات

منسب رنگ



وضاحت یوں کھڑے کھڑے نہیں کی جاسکتی تھی۔ جوتے اور کپڑے وہ اب بھی پہنے ہوئے تھا۔ وہ قلب کے ساتھ ہولیا۔ پولیس کار میں بیٹھنے کے بعد سوال جواب کا سلسلہ شروع ہوا اور مارٹن نے اپنی دن بھر کی مصروفیات کا حال تفصیل سے بتا دیا۔ پولیس اسٹیشن پہنچ کر قلب نے اُس ریسٹوران میں فون کیا جہاں مارٹن کو برتن دھونے کی ملازمت ملی تھی۔ لاہری بند ہو چکی تھی، لیکن مسٹر شرود نے بتا دیا کہ مارٹن نے گفٹ گو کے دوران جینی کے بارے میں سات برس پرانی ایک خبر کا حوالہ دیا تھا جو اُس نے کسی لاہری کے پرانے اخبارات کی فائلوں میں پڑھی تھی۔ ڈیوڈ کے گھر پہنچنے والے پولیس افسر نے بھی تسلیم کیا کہ مارٹن انھیں دروازے پر اطمینان سے کھڑا ہوا تھا۔ اُس پر زبردستی گھر میں داخل ہونے کا الزام بے بنیاد ثابت ہوا تھا اور سمجھانے پر مارٹن مشتعل ہوئے بغیر لوٹ گیا تھا۔

”جو کچھ تم نے بتایا ہے، اُس کی تصدیق ہو چکی ہے اور یہ اچھی بات ہے کہ تم نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا۔“ قلب نے کہا، ”اب آخری ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ساڑھے دس بجے جب قتل ہوا تو تم کہاں تھے؟“

”میرا خیال ہے، میں اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔“ مارٹن نے کہا، ”سام کی بیوی نے میرے لیے نیچے کی منزل میں اُس فلیٹ کا انتظام کر دیا تھا جہاں سے تم اس وقت مجھے لائے ہو۔ میں بتا چکا ہوں کہ میں نے بیڑ کی چھ بوتلیں ختم کر دی تھیں اور سات برس بعد میرا جسم یہ عیاشی برداشت کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ میں بہت جلد سو گیا تھا۔“

”گویا اس بات کا گواہ کوئی نہیں کہ تم اپنے کمرے ہی میں رہے تھے؟“ قلب نے کہا۔

مارٹن کو اچانک یاد آیا۔ ”ایک منٹ! رات کو کسی وقت میری آنکھ کھلی تھی۔ معلوم نہیں، وقت کیا تھا۔ بہت بھوک لگ رہی تھی۔ گھر میں کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا اور جوڑی نہ جانے کہاں چلی گئی تھی۔ میں نیچے اتر آیا۔ دروازے کے قریب ہی ایک چھوٹا سا اسٹور ہے۔ میں نے وہاں سے خشک بسکٹ لے کر کھائے تھے۔ ہوسکتا ہے، وہاں کسی نے مجھ دیکھا ہو۔“

رات کے ساڑھے بارہ بجے پولیس کی کار قلب اور مارٹن کو لے کر واپس ہوئی۔ مارٹن کی خوش قسمتی تھی کہ اسٹور رات بھر

کھلا رہتا تھا۔ اسٹور کی مالک بڑھیا نے مارٹن کو پہچان لیا، ”ہاں، یہ نو جوان اسی طبقے میں آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں بھوکا ہوں۔ میں نے کہا، جو چاہوں اٹھا کے کھاؤ۔ میں کبھی تھی کہ یہ سارے پیسوں کی شراب پی گیا ہے اور اب اس کے پاس کھانے تک کے پیسے نہیں بچے ہیں۔ مجھے اس پر ترس آ گیا۔ اس نے یہیں کھڑے کھڑے بسکٹوں کا ایک پکٹ نکل لیا اور تین ڈالر چھوڑ کے چلا گیا۔ بسکٹ پچاس سینٹ کے تھے، مگر اس نے میری آواز ہی نہیں سنی۔“ اُس نے دو ڈالر اور پچاس سینٹ مارٹن کے سامنے رکھ دیے۔

”میں نشے کے علاوہ گہری خند میں تھا۔“ مارٹن نے شکریہ ادا کرنے کے بعد حائی ڈالر اٹھاتے ہوئے کہا۔

”آپ کو وقت کا کچھ اندازہ ہے؟“ قلب نے بڑھیا کے جواب سے مطمئن ہو کر کہا۔

”کیوں نہیں۔ جب یہ چلا گیا تو میں نے باہر نکل کر دیکھا۔“ بڑھیا نے کہا، ”دراصل مجھے ڈرتا تھا کہ یہ نو جوان نشے کی حالت میں کسی گٹر کے اندر نہ اتر جائے، یا سڑک کے بیچ میں کہیں نہ لیٹ جائے، مگر یہ ساتھ والی عمارت میں داخل ہو گیا۔ میں نے اسے پہلے یہاں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرا خیال تھا، صبح معلوم کروں گی اور حائی ڈالر واپس کر دوں گی۔ جب میں واپس آئی تو گھڑیاں ایک بار بجا تھا۔“ اُس نے دیوار پر نگے ہوئے اپنے ہم عمر گھڑیاں کی جانب اشارہ کیا، ”اُس وقت ساڑھے دس بجے تھے اور ہر ہفتے ٹھیک اُسی وقت میں ٹی وی ضرور دیکھتی ہوں۔ مجھے ایک سلسلے وار ڈراما پسند ہے۔“

جینی دیر باتونی بڑھیا بولتی رہی تھی، مارٹن سانس روکے کھڑا رہا۔ وقت کا تخمینہ ہو جانے کے بعد اُس نے اطمینان کا سانس لیا اور قلب کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ”قسمت نے تمہیں پہچان لیا۔“ قلب نے کہا، ”ورنہ اپنی بے گناہی ثابت کرنا مشکل ہو جاتا۔“

”مجھے ڈیوڈ کے مرنے کا افسوس ہے۔ مجھے اُس سے بہت سی باتیں پوچھنی تھیں۔“ مارٹن نے کہا۔

”شاید تمہارا یہ ارادہ ہی اُس کی موت کا سبب بن گیا ہو۔“ قلب نے سوچے ہوئے کہا، ”کوئی نہیں چاہتا کہ تم اُس سے کچھ پوچھو، اور مارٹن! پہلی بار مجھے یقین آنے لگا ہے کہ کسی نے

سب رنگ





کے ٹکڑے کرتی ہوئی نہ گزرتی۔ کیا ایسے دوست پر اعتماد کرنا میری بےوقوفی تھی جس نے میری خاطر اپنی زندگی خطرے میں ڈال دی اور جو، غور کر دو میری وجہ سے مارا گیا؟

قلب کے ماتھے پر غور و فکر کی گہری شکنوں کا جال سامنے کیا۔ اُس کی آنکھیں دقت کی راہ گزر پر بہت پیچھے دیکھ رہی تھیں۔ ”ہاں...“ اُس نے جیسے اپنے آپ سے کہا، ”ٹکڑی کی دو ٹانگ دوستی کے جذبے کی علامت تھی۔ اُسی ٹانگ کی مدد سے سام کی شناخت بھی ممکن ہوئی ورنہ گاڑی نے تو اُس کا تیر کر دیا تھا۔“

”کیا کوئی شخص اتنا بدل سکتا ہے؟“ مارٹن نے بے خیالی میں کہا، ”ایک موقع پر وہ اپنی جان کی بازی لگا کر دوست کی جان بچاتا ہے اور دوسرے موقع پر اُسی دوست کو جیل بھجوا دیتا ہے۔“ قلب نے مارٹن کے کندھے پر جھکی دی۔ ”دنیا میں سب کچھ ہوتا ہے مارٹن! اس معاملے کی تحقیق بھی دوبارہ شروع کی جاسکتی ہے، جو ایک بے گناہ شخص کی زندگی کے سات برس غصب کرنے کا سبب بنا ہے۔“

مارٹن نے محسوس کیا کہ اس کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔ قلب اب اُس کا ہم خیال ہو گیا ہے، وہ اُس سے ہم دردی کا اظہار کر رہا تھا، ”کیا اب اس سے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے لیفٹیننٹ؟“ سام اور ڈیوڈ، دونوں مارے جا چکے ہیں اور اُن کے ساتھی تیسرے شخص کا کوئی علم نہیں۔“

اپنا جرم چھپانے کے لیے ایک سازش کے تحت قسطنطنیہ جیل میں بند کر دیا تھا۔ تم نے باہر نکلتے ہی اصل مجرم کی تلاش شروع کر دی اور اُس خوف زدہ شخص نے ڈیوڈ کو ختم کر دیا کہ کہیں وہ یہ راز فاش نہ کر دے۔“

”یعنی مجھ پر اعتبار آنے لگا ہے کہ سام کے ساتھ کوئی دوسرا تھا۔“ مارٹن نے مسرت آمیز لہجے میں کہا، ”سام تو مر چکا ہے، لیکن وہ دوسرا شخص زندہ ہے اور اُسی نے ڈیوڈ کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا ہے۔“

”میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ قلب نے کہا، ”مگر حالات سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔“

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ جینی اور ڈیوڈ ایک ساتھ کہیں چلے گئے تھے۔“ مارٹن نے کہا، ”صاف ظاہر ہے کہ ڈیوڈ جینی کی رقم میں غبن کر کے جینی پر لٹا رہا تھا۔ یہ تصور کرنا ناممکن ہے کہ جینی اُس منحوس شکل بڑھے ڈیوڈ پر عاشق ہو گئی تھی۔ غالباً جینی ہی نے سام کو بتلایا ہوگا کہ ڈیوڈ اُس پر کس طرح مہربان ہو رہا ہے۔ سام چالاک آدمی تھا، وہ فوراً سمجھ گیا ہوگا کہ ڈیوڈ کے پاس دولت کہاں سے آ رہی ہے۔ ایک کیٹیئر اپنی جائز آمدنی سے کسی لڑکی کو ہیروں کا ٹیکس کیسے سوغات دے سکتا ہے۔ اُس نے ڈیوڈ سے بات کی ہوگی اور اُسے بلیک میل کیا ہوگا تو وہ سام کا ساتھ دینے پر رضامند ہو گیا ہوگا۔ میں نے پہلے ہی سام کو صاف جواب دے دیا تھا کہ میں اتنے بڑے جرم میں اُس کا ساتھ نہیں دے سکتا اور اُسے سمجھانے کی ناکام کوشش بھی کی تھی۔ میرا خیال ہے، میں نے سام کو غلط سمجھا تھا۔“

قلب مسکرایا۔ ”تمہیں اُس کی دوستی پر بہت ناز تھا۔“

”لیفٹیننٹ! یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ میری جان بچانے کی کوشش ہی میں سام کی بائیں ٹانگ میں بم کا ٹکڑا ٹھس گیا تھا۔ نتیجے میں اُس کی بائیں ٹانگ کھٹنے کے پاس سے کافی ضروری ہو گئی۔ اگر وہ خدق میں بیٹھا رہتا تو میں مارا جاتا، اُسے خراش تک نہ آتی۔ اُس نے باہر نکل کر مجھے بھی خدق میں کھینچنے کی کوشش کی تھی۔ میری آنکھ کے نیچے تو زخم کا ایک نشان رہ گیا ہے، لیکن سام اب کہاں ہے؟ اگر وہ دوست کا خیال نہ کرتا تو اُس کی بائیں ٹانگ سلامت رہتی اور میری، یا تمہاری طرح ریلوے لائن پر گرتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوتا۔ گاڑی اُس

سب رنگ



”تم جینی کو نظر انداز کر رہے ہو۔“ فلپ نے کہا، ”اُس کی گواہی آج اس مقدمے کا رخ بدل سکتی ہے۔ بے شک اس سے تمہارے ساتھ ہونے والی نا انصافی کا ازالہ نہیں ہو سکتا، مگر وہ مجرم تو ہاتھ آ سکتا ہے جو اب تک آزاد ہے۔“

پولیس کی گاڑی چلے جانے کے بعد مارٹن دیر تک گھر کے دروازے پر ساکت کھڑا رہا۔ معلوم نہیں، یہ اُس کی فتح تھی، یا تقدیر کا ایک اور مذاق تھا کہ انصاف کرنے والوں نے نا انصافی کا اعتراف کیا بھی تو کب۔ وہ تھکے ہوئے قدموں سے اپنے فلیٹ میں پہنچا اور بستر پر لیٹ گیا اور اُس شخص کے بارے میں سوچنے لگا جس نے اتنے عرصے بعد دوسرا سنگین جرم کیا تھا، یعنی اب وہ قاتل بھی بن گیا تھا۔ یہ سوال کہ وہ کون ہے، مارٹن کے ذہن میں منجمد ہو گیا تھا اور نکالے نہیں لکھتا تھا۔ اُسے بہت بے چینی ہونے لگی۔ وہ بستر سے اٹھ کے مختصر کمرے میں ٹہلنے لگا، پھر کمرے سے باہر نکل آیا اور اُس کے قدم بے اختیار ادھر پر جوڑی کے فلیٹ کی طرف اٹھنے لگے۔ اس تہائی سے اُسے بڑی وحشت ہو رہی تھی، لیکن جوڑی تو گہری نیند میں ہوگی۔ رات کے دو بج رہے ہوں گے۔ اس وقت اُسے سامنے دیکھ کر وہ تو بہت ناراض، بل کہ مشتعل ہو سکتی ہے۔ مارٹن دروازے پر کھڑا دستک دیتے دیتے رہ گیا اور دروازے کے قریب کھڑکی پر اُس کی نظر گئی۔ گو کھڑکی پر دھیر پردہ پڑا تھا، مگر اندر لاؤنج میں چلتے قہقہے کی روشنی پردے کی دباوت پر غالب آ گئی تھی۔ مارٹن کو حیرت ہوئی۔ کیا جوڑی اب تک جاگ رہی ہے؟ ممکن ہے، وہ اکیلی نہ ہو۔ مارٹن کے دل میں شک نے سر اُبھارا، ایک ہی دن میں اُس نے مارٹن کے لیے دوسرے فلیٹ کا انتظام کرنے کی ٹہلت اپنی رات کی مصروفیات، اپنی خلوتوں میں کسی رخنہ اندازی ہی کے خیال سے کی ہوگی۔ مارٹن چند روز اُس کے ساتھ اُور رہ سکتا تھا۔ اُس نے دروازے پر کان لگا کے کچھ سننے کی کوشش کی اور اُس کا تجسس فزوں ہو گیا۔ کمرے کے اندر اُسے کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں اور سرگوشیاں۔ وہ وہیں کھڑا اُن آہٹوں اور سرگوشیوں کی تجسیم کرتا رہا اور لمحوں میں اُسے یقین ہو گیا کہ جوڑی کے ساتھ کوئی مرد فلیٹ میں موجود ہے۔ اُس کا تجسس، تشویش میں بدل گیا۔ وہ دروازے پر دستک دیے بغیر نہ رہ سکا۔ ”دروازہ کھولو، جوڑی! میں مارٹن ہوں۔“ اُس نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔

اچانک ساری آہٹیں معدوم ہو گئیں۔ چند لمحوں کے گزرے کہ کوئی دبے پانوں دروازے کے قریب آیا۔

”مارٹن! تم اس وقت؟ کیا بات ہے؟“ جوڑی نے آہستگی سے پوچھا۔

اُس کے لہجے کی گھبراہٹ نے مارٹن کو اور متوجس کیا۔ ایک لمحے کے لیے اُسے شبہ ہوا، گھر میں چور ڈاکو تو موجود نہیں ہیں۔ جوڑی کی آواز سرگوشیانہ تھی اور اُس میں سراپہ سنگی نمایاں تھی۔ جوڑی کے ساتھ کوئی رفیق شب ہوتا تو وہ اطمینان سے بات کرتی اور کمرے کا بھی تاریک ہوتا۔ مارٹن نے پھر دستک دی، ”جوڑی! خیریت تو ہے۔ دروازہ کھولو، مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔“

”رات کے دو بجے تمہیں کون سی ضروری بات یاد آ گئی؟“ جوڑی نے اُسی دبے لہجے میں برہمی سے کہا۔

مارٹن کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا بہانہ کرے۔ ”تم ٹھیک تو ہو، کوئی خطرے کی بات تو نہیں ہے؟“

”میں ٹھیک ہوں، مارٹن!“ جوڑی نے بے ظاہر سکون سے کہا، مگر مارٹن کی تسلی نہ ہوئی۔ اُسے محسوس ہوا، جوڑی واقعی اپنا خوف چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔

”نہیں جوڑی! کوئی بات ضرور ہے۔“ مارٹن نے مضبوط لہجے میں کہا، ”دروازہ کھولو۔“

”دروازہ اس وقت نہیں کھل سکتا مارٹن۔ تم جا کے سو جاؤ۔“ جوڑی اب التجا پر اتر آئی تھی۔

”تم نے دروازہ نہیں کھولا تو میں پولیس بلا لوں گا۔“ مارٹن نے کہا، ”تمہیں معلوم نہیں، ڈیوڈ کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور قاتل مفرد ہے۔“

جواب کے انتظار میں مارٹن دروازے سے کان لگائے کھڑا رہا اور ایک ایک لمحہ شمار کرتا رہا۔ چند لمحوں بعد وہ پھر دروازے پر دستک دیا چاہتا تھا کہ دروازہ اچانک کھل گیا، مگر اُس سے پہلے کمرے کی روشنی بجھ گئی۔ ”ٹھیک ہے مارٹن! تم اپنی آنکھوں سے دیکھو۔“ یہ جوڑی کی آواز نہیں تھی۔ اُس نے اندر قدم رکھتے ہی عادت کے مطابق اپنا ہاتھ سوچ کی طرف بڑھایا اور روشنی ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا۔ جب وہ پلٹا تو اُسے یوں لگا جیسے وہ بے خبری کے عالم میں اچانک دیوار سے صنب رنگ





مجھے بتا دیا تھا کہ مسٹر شرڈ نے ٹیلیفون پر یہ کہا ہے کہ وہ پانچ بجے آئیں گے۔ میں ٹھیک پانچ بجے پہنچا اور جیسا کہ تم جانتے ہو مسٹر شرڈ نے عین وقت پر پہنچنے کے یہ دیکھ لیا کہ دو خاب پوش ریوالور لیے کھڑے ہیں اور ان کا کیشیئر مجھ پر سیف سے تمام رقم نکال رہا ہے۔ مسٹر شرڈ نے مجھے میری لکڑی کی ٹانگ کی وجہ سے پہچان لیا تھا، لیکن وہ فقیر ایسی پوزیشن میں تھا کہ مسٹر شرڈ اُس کی ٹانگ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ تمہارا نام لینے کا مقصد ہی یہ تھا کہ اُس فقیر کو مارٹن سمجھ لیا جائے۔ دنیا جانتی تھی کہ سام اور مارٹن بچپن کے دوست ہیں، ہر جگہ ساتھ نظر آتے ہیں۔ اگر میں نام نہ لیتا تب بھی تمہی پر سب سے پہلے پولیس کی نگاہ پڑتی۔ وہاں سے نکلنے کے بعد میں نے ریلوے یارڈ کا رخ کیا۔ اُس ستم رسیدہ شخص کو میں نے سمجھا دیا تھا کہ ہم مال گاڑی میں بیٹھ کر ڈور نکل جائیں گے۔ اندھیرا ہونے تک ہم دونوں پانی کی ٹنگی کے نیچے چھپے رہے، پھر موقع ملنے ہی میں نے اپنی لکڑی کی ٹانگ سے اُس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔ مال گاڑی کے انتظار میں بھی صبر آزما وقت لگا، پھر میں نے دور سے ایک مال گاڑی آتے دیکھی تو اُسے ریلوے لائن پر اس طرح لٹا دیا کہ اُس کا سر اور ہاتھ لائن پر رہیں تاکہ بعد میں نہ اُس کی صورت پہچانی جاسکے اور نہ اُس کے منکر پرنٹ مل سکیں۔ میں بے ہوشی کے دوران اُسے اپنا سوٹ پہنا چکا تھا اور میں نے اپنے تمام شناختی کاغذات اُس کی جیبوں میں خف

کر لیا ہے۔ سام نے ایک مرد اپنے ہاتھ میں ریوالور لیے سیدھا کھڑا تھا اور بت بنے ہوئے مارٹن پر نظر جمائے ہوئے تھا۔ پھر وہ مرد لنگڑا ہوا آگے بڑھا اور لکڑی کی ایک ٹانگ فرش سے ٹکرائی۔ ”بے ہوش ہونے کی ضرورت نہیں دوست! میں سام ہوں، تمہارا دوست، جوڑی کا شوہر۔“

ایک لمحے میں اتنی حیرتیں مارٹن کے لیے ناقابل برداشت تھیں۔ اُسے اپنی بصارت اور سماعت پر اعتبار کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ ”میں سام ہی ہوں، مارٹن!“ سام نے مرد لہجہ میں کہا۔ ”میں اب ہوش میں آ رہا ہوں سام۔“ مارٹن کی آواز لڑکھڑاہی تھی۔ ”اور مجھے بہت کچھ صاف نظر آ رہا ہے۔ تم میرے دوست ہونا! ایک بار تم نے مجھے موت کے منہ سے بچایا تھا، پھر تمہی نے مجھے زندہ درگور کر دیا۔“

”غلطی تمہاری ہے مارٹن!“ سام نے کہا، ”میں تم پر اعتماد کرتا تھا کہ تم میرے دوست ہو اور ہر حالت میں میرا ساتھ دو گے۔ تمہاری خاطر میں اپنی جان پر کھیل گیا تھا۔ تم میری خاطر خطرہ تک مول لینے پر تیار نہ ہوئے۔“

”تمہاری ٹانگ ایک حادثے میں ضائع ہوئی تھی۔“ مارٹن نے کہا، ”تمہاری جگہ میں ہوتا تو میں بھی اپنی جان پر کھیل کر تمہیں بچاتا اور اگر اس کوشش میں ایک ٹانگ سے محروم ہو جاتا تو تم سے کسی معاوضے کی امید کبھی نہ رکھتا۔“

”مگر معذوری میرا مقدر بنی تھی۔“ سام نے تلخی سے کہا، ”اس معذوری نے مجھ سے میرا مستقبل چھین لیا تھا۔ ساٹھ ڈالر ہفتے پر میں زندگی نہیں گزار سکتا تھا۔ میں تمہیں جیل نہ بھجواتا تو تم مجھے جیل بھجوا دیتے کیوں کہ میں تم سے اپنے عزائم کا ذکر کر چکا تھا۔“

”تم نے مجھے لفظ سمجھا سام!“ مارٹن نے دکھ کے ساتھ کہا، ”میں بہ ہر حال، تمہارا دوست تھا۔ میں تمہارا نام کبھی نہ لیتا۔“

”تم پر میرا اعتماد ختم ہو گیا تھا مارٹن!“ سام نے کہا، ”جب مجھے معلوم ہوا کہ ڈیوڈ میرا ساتھ دے سکتا ہے تو میں نے کسی ایسے بد نصیب کی تلاش شروع کی جو مجھ جیسا ہو۔ اس تلاش میں وقت گزر گیا اور آخر ایک روز مجھے اپنی جستجو کا ثمر مل گیا۔ وہ زمانے کا ٹھکرایا ہوا تھا۔ اُسے آمادہ کرنے کے لیے مجھے جانے کیا کیا حربے آزمانے پڑے۔ بہ ہر حال، وہ آمادہ ہو گیا۔ میں اُس کے ساتھ مسٹر شرڈ کے آفس پہنچا۔ ڈیوڈ نے



کر دیے تھے۔ جب ٹرین اُس پر سے گزر گئی تو میں بھاگا اور سیدھا تمھارے فلیٹ پہنچا، جہاں میں نے دس ہزار ڈالر ایسی جگہ چھپا دیے کہ پولیس کو آسانی سے مل جائیں۔“

مارٹن درندگی اور شقاوت کی یہ داستان سات برس بعد سن رہا تھا۔ ”تمھیں کبھی تمھارے ضمیر نے ملامت نہیں کی سام! کہ تمھارا دوست زندگی کا ایک ایک دن جیل کی دیواروں میں کتنے عذاب سے گزار رہا ہے۔“ مارٹن نے پڑمردگی سے کہا۔ پھر وہ جوڑی کی طرف پلٹا۔ ”اور تم نے بھی جانتے بوجھتے سب کچھ برداشت کر لیا؟ تمھیں کبھی اپنے جرم کا، یا اپنے گناہ کا احساس نہیں ہوا؟“

”جوڑی کو بیچ میں مت لاؤ۔“ سام برہمی سے پلٹا۔ ”وہ اب بھی میری بیوی ہے۔“

مارٹن زور سے ہنسا۔ ”بڑا الٹھا ہوتا تم کل رات آ جاتے اور دیکھ لیتے کہ جوڑی میری بھی بیوی ہے۔“

سام نے سوالیہ نظروں سے جوڑی کی طرف دیکھا جو نظر جھکائے کھڑی تھی اور اُس کے چہرے پر بدن کا سارا خون سمٹ آیا تھا۔

”تم نے سات برس بڑی عیاشی کی ہے سام!“ مارٹن نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا، ”دس لاکھ میں سے دس ہزار تو تم نے مجھے سات برس کے لیے بند کرانے کی نذر کر دیے تھے۔ ڈیڑھ ہزار فی سال سے بھی کم اب اُس میں سے کتنے بچے ہیں اور مجھے دوبارہ جیل بھجوانے کے لیے تم کتنے خرچ کرو گے؟“

”اس بار میں تمھیں جیل نہیں بھجواؤں گا دوست!“ سام نے بے حسی سے کہا، ”مجھے فضول خرچی کی عادت نہیں۔ صرف ایک گولی کا خرچا ہوگا۔ یہ تمھاری بد قسمتی ہے مارٹن! کہ تم نے سزا کے دس سال پورے نہیں کیے۔ سات برس بعد ہی نیک چلتی کی دلیل میں نکل آئے۔ جوڑی کل رات ہی تمھیں پھر جیل پہنچا سکتی تھی کہ تم باقی تین سال بھی گزار آؤ، لیکن عورت بھروسے کے قابل نہیں ہوتی۔ جوڑی کی جذباتی کم زوری کی وجہ سے تمھیں کچھ مہلت مل گئی۔ اگر تم واپس جیل چلے جاتے تو زندہ رہتے اور میں جوڑی کے ساتھ نکل جاتا، مگر جوڑی نے تمھیں مصیبت میں ڈال دیا۔“

”میرا خیال ہے سام! کہ میں جیل سے یہاں نہ بھی آتا تو تم کبھی جوڑی کو ساتھ نہ لے جاتے۔“ مارٹن نے کہا، ”تم

زود پوش ہی رہتے۔ مہینے، دو مہینے بعد چوروں کی طرح اپنے گھر میں ایک رات گزارتے اور دو چار ہزار پھینک کے ایک رات کا بھگتان کر دیتے۔ باقی راتوں کے معاوضے دینے والوں کی جوڑی جیسی عورتوں کے لیے کوئی کمی نہیں۔ اصل میں تمھارے لیے پریشانی کے دو اسباب پیدا ہو گئے تھے۔ ڈیوڈ خالی ہاتھ لوٹ آیا تھا، کیوں کہ جینی سب کچھ ہڑپ کر کے اُس کا ساتھ چھوڑ گئی تھی اور تمھیں ڈر تھا کہ ڈیوڈ تم سے کچھ اور طلب کرنے نہ آ پھنچے۔ میری رہائی تمھاری پریشانی کا دوسرا سبب تھی۔ تمھیں یقین تھا کہ میں ڈیوڈ سے ملنے کے بعد حقیقت دریافت کر لوں گا۔ آج تم یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو کہ تمھیں جوڑی سے بڑی محبت ہے؟ یہ محبت سات برس تک کیوں سوئی رہی، اب اچانک کیوں جاگ اُٹھی؟ اس لیے کہ اب جوڑی کا وجود بھی تمھارے لیے خطرناک ہو گیا ہے؟ تم چاہتے تو جوڑی کو بہت پہلے اپنے ساتھ لے گئے ہوتے۔ اب تمھیں ڈر ہے کہ تفتیش دوبارہ شروع ہو گئی تو پولیس جوڑی سے سب معلوم کر لے گی۔ تمھیں اس آخری گواہ کو ابھی ہمیشہ کے لیے خاموش کر دینے کی فکر ہونی چاہیے۔“

”اس کی باتوں میں نہ آتا جوڑی!“ سام نے کہا۔

”مارٹن غلط نہیں کہ رہا ہے سام!“ جوڑی نے سکون سے کہا، ”اس کے باوجود میں تمھارا ساتھ دوں گی۔“

سام کے لبوں پر فتح مندی سے سرشار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ”کیوں دوست! تم نے وفا کا یہ طور کہاں دیکھا ہوگا۔“

مارٹن نے خود کو بے بس محسوس کیا۔ زندگی کے سات برس گنوانے کے بعد اب وہ اپنی زندگی کھو بیٹھنے کے مرحلے سے دوچار تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایک سابق فوجی کا نشانہ، مشق نہ ہونے کے باوجود، خطا نہیں ہو سکتا۔

”سنو! ہم تینوں یہاں سے ایک ساتھ جائیں گے۔“ سام نے کہا، ”شہر سے دس میل دور ہم تمھیں اُتار دیں گے۔ عین اُسی مقام پر، جہاں تمھاری زندگی کی آخری منزل کے لیے فروغ اجل تمھارا منتظر ہوگا۔ پھر ہم دونوں، میں اور جوڑی بہت دور چلے جائیں گے۔ یہاں سے سیکڑوں میل دور میں نے کئی کلب کھول رکھے ہیں۔ ایک سال کے اندر اندر میں سارے کلب فروخت کر دوں گا۔ سال بھر تک جوڑی کو چھپائے رکھنا میرے لیے کوئی سبب رنگ



مسئلہ نہیں۔ ایک سال بعد ہم اس ملک سے بھی نکل جائیں گے۔“  
مارٹن نے نفی میں سر ہلایا۔ ”تم خواب دیکھ رہے ہو سام! لیغنینٹ فلپ اس کیس کی از سر نو تفتیش شروع کر چکا ہے۔ میرے اچانک غائب ہو جانے سے تمہارے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ اگر یہ کیس ایف بی آئی کے سپرد کر دیا گیا تو وہ تمہیں ایک سال سے بہت پہلے تلاش کر لیں گے۔“

”تم نے لہجہ کیا، یہ بات مجھے بتادی۔“ سام نے کہا، ”اب میں ہفتے دس دن، یا مہینے بھر میں نکل جاؤں گا۔ اب دیر نہ کرو۔“ اُس نے ریوالور کے اشارے سے مارٹن کو پلٹ کر چلنے کا اشارہ کیا۔

مارٹن خاموشی سے آگے آگے چلنے لگا۔ وہ خالی ہاتھ تھا اور اس عمارت کے کمین نیند میں ڈوبے ہوئے تھے۔ مدد کے لیے پکارنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ مارٹن کو یقین تھا کہ سام کی کار نیچے کہیں کھڑی ہوگی۔ معذوری کی وجہ سے سام کی رفتار میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ وہ زینہ بہ زینہ اترتے گئے۔ مہلت کا کوئی بھی لمحہ مارٹن کے لیے زندگی کی اُمید سے پیوستہ تھا۔ وہ میڑھیاں اتر کے فٹ پاتھ پر آگئے۔ سام نے اُسے دائیں جانب چلنے کا اشارہ کیا۔ اُس نے اپنی کار موڑ پر کھڑی کی تھی۔ پچاس ساٹھ قدم چلنے کے بعد موڑ آ گیا۔ اُس چوراہے پر دو سڑکیں ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی گزر گئی تھیں۔ سام کے اشارے پر مارٹن پھر دائیں طرف مڑا، مگر عین اُسی وقت مارٹن نے دیکھا کہ دوسری جانب اندھیرے میں سے دو سائے نکل آئے ہیں۔ سام کی نظریں انھیں دیکھ نہیں پائیں، کیوں کہ وہ مارٹن پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ اندھیرے کے باوجود مارٹن نے اندازہ کر لیا کہ وہ دونوں سائے اُن کے انتظار میں ہیں اور اُن کے جسم پر پولیس کی وردی ہے۔ اب مارٹن کے لیے زندگی اور موت کا ڈوا کھیلنا آغاز ہو گیا تھا۔ اُس نے ایک جست لگائی اور سڑک پر جاگرا۔ ”یہ سام ہے۔“ مارٹن نے گرتے گرتے چیخ کر کہا، ”اس کے پاس ریوالور ہے۔“

رات کے ستائے میں بیک وقت کئی فائر گونجے، پھر کسی کے دوزن کی آواز آئی۔ مارٹن نے دیوانگی کے عالم میں پناہ کی کوئی جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی، مگر اب پناہ لینے کی ضرورت نہیں رہی تھی، کیوں کہ سام فٹ پاتھ پر پڑا تھا۔ اُس کا

خون فٹ پاتھ کے کناروں سے بہہ کر سڑک پر آ گیا تھا۔ اُس کے دونوں ہاتھ آگے پھیلے ہوئے تھے اور ریوالور دائیں ہاتھ سے چند فٹ دُور پڑا تھا۔ لیغنینٹ فلپ نے ریوالور جیب میں ڈال لیا اور جوڑی کی طرف دیکھا جو اپنے شوہر کی لاش کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھی دیوانہ دار اُسے پکار رہی تھی۔

”تم نے بہت لہجہ کیا کہ بروقت راستے سے ہٹ گئے۔“ فلپ نے کہا، ”ورنہ تمہارا بھی یہی انجام ہو سکتا تھا۔“

مارٹن اب اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ”تمہیں کیسے معلوم ہوا لیغنینٹ!“ ”مجھے خود تم نے بتایا تھا۔“ فلپ نے سکون سے کہا، ”تم نے کہا تھا کہ کوریا کی جنگ میں تم کو بچاتے ہوئے سام کی بائیں ٹانگ ضائع ہو گئی تھی۔ میں نے اُس جا کے مقدمے کی پرانی فائلیں نکالیں۔ ان میں صاف لکھا تھا کہ ریلوے لائن پر کٹ کر مر جانے والے شخص کی دائیں ٹانگ لکڑی کی تھی۔ مجھے فوراً خیال آیا کہ ڈیوڈ کے بعد اب تمہاری جان بھی خطرے میں ہے اور جوڑی کی بھی، کیوں کہ تم دونوں اس حقیقت سے باخبر ہو۔ میں سمجھ گیا تھا کہ سام زندہ ہے۔ مرنے والا کوئی اور تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ایک دن میں اتنی معلومات حاصل کرنے کے بعد تم اُن کا ذکر جوڑی سے ضرور کرو گے۔ اگر جوڑی کو معلوم ہوگا کہ سام زندہ ہے تو وہ اُسے فوراً مطلع کر دے گی کہ وہ خطرے میں ہے۔ مجھے شبہ تھا کہ سام اُس رات اپنے فلیٹ کا رخ کرے گا۔ میں ابھی چند منٹ پہلے ہی یہاں پہنچا تھا۔“ اُس نے ایک نظر جوڑی پر ڈالی جو ہسٹریائی کیفیت میں سام سے لپٹ کر رہی تھی۔

”بچپن سے یہ عورت ایک ہی شخص سے محبت کر رہی ہے۔ اُس وقت بھی، جب وہ معذور ہو کر کوریا سے لوٹا تھا اور آج بھی جب وہ ایک مجرم کی حیثیت سے مارا جا چکا ہے، اس کی محبت زندہ ہے۔“ فلپ نے اداسی سے کہا۔

مارٹن نے ایک سرد آہ بھری۔ محبت، وفا، دوستی اور اعتماد... یہ سارے لفظ کتنے جھوٹے اور کتنے سچے ہیں، وہ اسی سوچ میں غرق، غیر ارادی طور پر، جوڑی کو سام کی لاش سے اٹھانے کے لیے آگے بڑھا۔



Zegham imran